

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَمَوْاتِيكُمْ

حفیظ تاج

القبر، انٹر پرائز غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

قُبُورِ اَمْعِيَارِ كِتَابِيْنَ



اَلْمَدِيْنَةُ اَلْمُنَوَّرِيَّةُ
اَهْتَمَامُ: مَجْمَعَةُ عِلْمِ اَللَّغَةِ اَلْعَرَبِيَّةِ

— مجلد حقوق محفوظ —

ایڈیشن: مارچ 1996ء
سرورق: ترویج مرشد
مطبع: اے این اے پرنٹرز، لاہور
قیمت: 120 روپے

والدِ محترم الحاج چراغ دین قادری سروری دامت برکاتہ

کے نام

جن کے گھر کی فضا نے مجھے نعت آشنا کیا

ترتیب

۱۱	— ارمنان حرم (حفظ کتاب کی نعت نگاری) — احمد ندیم قاسمی
۱۹	— دیباچہ — حافظ محمد افضل نقیر
	— <u>عمر و مناجات</u> —
۲۷	— جو اہم ذات ہو یہ ہوا میر تقی میر
۵۱	— حمد کب آدمی کے بس میں ہے
۵۲	— زبان پر ہے نام اُس حیات آفرین کا
۵۴	— الہی شاد ہوں میں تیرے آگے ہاتھ پھیلا کر
	— <u>درود و سلام</u> —
۵۸	— ترجمہ بیخ العالی بحالہ
۵۹	— سہی حرفی زمزمہ درود
۶۹	— سلام بخیر سید انام صلی اللہ علیہ وسلم
۷۱	— صلی اللہ علیہ وسلم
	— <u>نور و ظہور</u> —
۷۵	— نور و ظہور
۸۳	— میلانا کتبچی
۸۵	— ولادت باسعادت
۸۶	— صاحبِ نبیر کتب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۸۸	— اے صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۹۰	— آیات و عنایت
۹۵	— یا ایہا الذلیل
۹۷	— کتابِ حسین
۹۸	— زریں آفتاب
۹۹	— مدینتہ الرسول
۱۰۴	— فور منشور
	— <u>نیاز و نگراں</u> —
۱۱۱	— اے ہادی داریں مقدر گر آفاق
۱۱۳	— بارگاہِ پاک میں پہنچے شاکر تے ہوتے

۱۱۵

— وہ بادئی جہاں جسے کیسے جہانِ خیر

۱۱۷

— جب شامِ سفر تازیک ہوئی وہ چاندِ برید اور ہوا

۱۱۹

— سو سو بت کرے اسے میرا تم تیرے ہیں

۱۲۱

— رحمتِ حق سایہ کُسر دیکھنا اور سوچنا

۱۲۳

— گلوں سے دل کی زمینوں کو بھر دیا کرتے

۱۲۵

— وجد میں آدم ہے ادبِ آدمیت دیکھ کر

۱۲۷

— حُسنِ حیات و نورِ بقا اور کون ہے

۱۲۸

— عکسِ عہدِ نبوی دکھانے لگے

۱۳۰

— مرکزِ میرے فکر کا وہ کئی مجبور

۱۳۲

— مہرِ صفائیِ بگیوں سے چمکا تھا ایک تارِ بٹھا

۱۳۳

— مزاجِ زندگی ہے سخت برہمِ سید عالم

۱۳۴

— پڑ کر سے گا کون دُحوں کے خلا یا مصطفیٰ

۱۳۸

— رنگِ فطرت آپ کے فیضان سے نکھرا حضورؐ

۱۴۰

— مہرِ صفا ہو میرا خوابِ جلوہ گر لے کاش

۱۴۲

— آپ ہیں طغرائے آیاتِ ظہور آقاؐ حضور

۱۴۳

— کتابِ زیارت کا عنوان محمدؐ عربی

۱۴۴

— آئے ہیں جب وہ منبر و محراب سلانے

۱۴۶

— جتنی انجھیں ہیں، جتنی کشتیں ہیں میرے بخت کی جتنی خرابیاں ہیں

۱۴۸

— اعزازِ میر کا کہ میرت کے لیے ہے

۱۵۰

— آمادہ شہر بھر ہیں تم گھر میرے آقاؐ

۱۵۲

— یکتا ہے ترا طرزِ عمل احمدؐ رسول

۱۵۳

— دُوح کی تمکین سے ذکرِ اعدِ مختار میں

۱۵۴

— اعتبارِ نطق ہے گفتارِ خیرِ لا نبیاء

۱۵۵

— دُنیا کے مستے ہوں کہ عقیقتی کے مرطلے

۱۵۶

— کیوں نہ عالم ہو درِ روزہ گر آپ کا

۱۵۷

— خالقِ دینی ہے دہائیِ مصطفیٰ یا مصطفیٰ

۱۵۸

— نورِ نگاہِ خلق ہو، رنگِ دُوحِ حیات ہو

۱۵۹

— اسے شاہِ دینِ اجماع کا عنوان ہے تیری یاد

۱۶۰

— خوش ہوں کہ میری خاک ہی احمدؐ نگر کی ہے

۱۶۱

— منور ہو گیا عالم کا سینہ

۱۶۲

— کس نے پایا ہے جہاں کی رہنمائی کا شرف

۱۶۳

— دلِ محزون میں یادِ مصطفیٰ ہے

۱۶۴

— شرحِ عمر ہے اتکِ خرمیں اسے شہنشاہِ مدینہ

۱۶۶

— محبوبِ کردگار ہیں آقاؐ تے نامدار

۱۶۷

—

- ۱۶۹ — ڈنکے دل ہے زیرِ ذر سید البشر
 ۱۷۰ — اور اک سے پرے ہے مقامِ شریع
 ۱۷۱ — ویا رجبوت کے مسافر ہیں وعاذل میں یاد رکھنا
 قرب و حضور
 ۱۷۵ — ہر چیز عطا درخیر الوری کی شیر
 ۱۷۷ — مدینے کی جنت مرے سامنے ہے
 ۱۷۹ — حاضر ہے در دولت یہ گدا مر کا تو جہ فرمائیں
 ۱۸۰ — سامنے ہیں سید ابرار اللہ الصمد
 ۱۸۱ — دلوں کا شوق، روجوں کا تقاضا کنیٰ خضر
 ۱۸۳ — حقیقت تائب کے لیے ————— عبد العزیز خاں

ارمغانِ حرم

حفیظ تائب کی نعت نگاری

احمد ندیم قاسمی

چودھویں صدی ہجری کے نصفِ آخر میں جن نعت نگاروں نے اُردو نعت کو موضوع اور مواد کے معاملے میں نئے انداز سے سجایا اور سنوارا ہے، ان میں حفیظ تائب کا نام بوجہ، غیر معمولی حد تک نمایاں ہے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ گرامی سے شدید عشق کے علاوہ ان کی زندگی بخش اور زندگی افزہ تعلیمات کو بھی اپنی نعتوں کا موضوع بنایا ہے اور یوں صرف نعت کی حدود کو آفاق گیر حد تک پھیلا یا ہے۔ اس پھیلاؤ نے نعت کو موضوع و اظہار کی جو وسعتیں عطا کی ہیں، ان کی جھلک اُردو نعت میں اس سے پہلے ذرا کم ہی دکھائی دیتی تھی۔ اس کے باوجود اس قدیم نعت کا بھی ایک اپنا معیار اور کردار ہے اور اس کی اپنی منفرد انا دیتیں بھی ہیں، مگر حفیظ تائب نے صرف نعت پر بعینہ وہی احسان کیا ہے، جو غالب، اقبال، اور آج کے بعض نمایاں شعرا نے غزل پر کیا ہے کہ اسے ”عورتوں سے گفتگو“ کے معیار سے بلند کر کے ہمہ گیر انسانی اور سماجی مسائل کے اظہار کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ حفیظ تائب کی نعت عشقِ رسولؐ سے بھی منور ہے اور ساتھ ہی پیامِ نبوت سے بھی کسبِ نور کر رہی ہے۔ یوں سمجھیے کہ حفیظ تائب کی نعت حضور علیہ السلام کے وجودِ گرامی کی کائنات گیری کا اظہار ہے۔

- اس مجرورہ نعت کے بارے میں یہ تحریر حضرت احمد ندیم قاسمی نے سفرِ حج کے دوران حرمِ نبویؐ میں آغاز کی اور مکہ معظمہ میں حتم تمام کو پہنچی۔ اس لیے اسے ”ارمغانِ حرم“ کا عنوان دیا گیا ہے۔

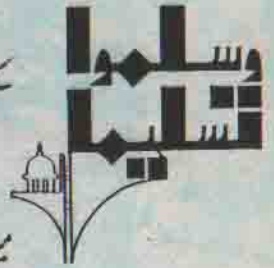
حفیظ تائب کے زیر نظر مجموعہ نعت "و سلموا تسلیمًا" میں محدود مباحثات کے باب کے تحت ایک دُعا تیرہ شعر دار دہوا ہے

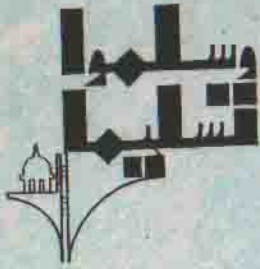
زوال آگاہہ ہیں ہر چند اعصابِ دقوی پھر بھی ،
جواں رکھ میرے جذبوں کو ، مرے لفظوں کو اُجالا کر

میرے اندازے کے مطابق حفیظ تائب کی یہ دُعا قبول ہوتی ہے بلکہ زیادہ ہی قبول ہوتی ہے کہ ان کے جذبوں میں صرف جوانی ہی نہیں تو جوانی کی حد میں ہیں اور ان کے الفاظ اُچھے ہی نہیں بلکہ ان میں سے عقیدت و اعتماد کا اُجالا چھوٹا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

اس مجموعے میں صرف غزلیہ ہیبت کی نعتیں شامل نہیں ہیں بلکہ نعتیہ نظمیں بھی ہیں ، آزاد نعتیہ منظومات بھی ہیں ، قصائد بھی ہیں اور نئی نئی بجدوں کے تجربے بھی ہیں۔ یوں سمجھیے کہ حفیظ تائب کے ہاں جذبے کا اتنا دُور ہے کہ اُنہوں نے شاعری کی ہر صنف کو اس دُور کے اظہار کے لیے آزمایا ہے اور ان تجربات کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اصل میں ان کے ہاں نعتیہ موضوعات کا اس قدر تنوع ہے کہ انہیں "دستِ بیاں" کی ضرورت محسوس ہوتی اور وہ محض ایک ہیبت کی "تنگنا" سے نکل گئے۔ نطف کی بات یہ ہے کہ صنفِ اظہار میں اس پھیلاؤ نے ان کے متنوع موضوعات کو بولچلوں بنا دیا ہے۔ نعتیہ نظم میں جذبات و خیالات کی دھنک دکھائی دے رہی ہے — اور دھنک بھی ایسی جس کے رنگ چمکتے اور دائمی ہیں۔

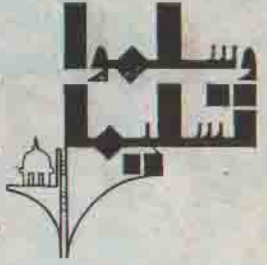
حفیظ تائب نے کسی زمانے میں نہایت خوبصورت غزلیں بھی کہیں بلکہ اُن کا فن غزل ہی میں جوان ہوا۔ یوں وہ غزل کے تربیت یافتہ نعت نگار ہیں اور اسی لیے ان کے ہاں اظہار کی بھنگی اعجاز کی حدود کو چھوٹی ہوتی محسوس ہوتی ہے۔ ایک غزل کو ارد نعت نگار کے لیے آزاد نظم کہنا ذرا مشکل ہوتا ہے ، جس طرح سراسر آزاد نظم کہنے والے ن۔ م۔ راشد نے اپنے دوسرے مجموعہ کلام "ایران میں اجنبی" میں اپنی چند غزلیں درج کر کے یہ ثبوت ہم پہنچایا ہے کہ عمر بھر آزاد نظم کہتے رہنے کی دُجر سے راشد کا سا





بڑا شاعر بھی صنفِ غزل کے مطاببات سے کتنی دُور نکل گیا تھا، چنانچہ غزل اُس کا میدان ہی نہیں رہا تھا۔ مگر حفیظ تائب عمر بھر پابند شاعری کرتے رہنے کے باوجود آزاد نظم میں بھی ہر لحاظ سے کامیاب رہے ہیں۔ ان کی ایک ہی نظم ”رزیں اُفتی“ دیکھ لیجئے، جس کا موضوع آستانہِ نبوت ہے اور جو مجملہ فنی میاں روڈ کے مطابق ایک گٹھی ہوئی اور مکمل نظم ہے۔ ایک اور نظم ”نورِ ظہور“ ہے۔ اس کے چھ ذیلی عنوانات ہیں، مگر یہ سب نظمیں ایک وحدت کی لڑی میں پروتی ہوئی ہیں۔ آزاد شاعری میں انہار کی جو آزادی ہے، اس سے تائب نے یہاں بھر پور فائدہ اُٹھایا ہے۔ چھ ذیلی عنوانات کے تحت ہر نظم بجاتے خود ایک وحدت ہے، مگر یہ سب نظمیں اس طرح مربوط ہیں کہ ایک بڑی نظم کی تکمیل میں حصّہ دار ہیں اور اس نظم کو، جو آزاد ہونے کے باوجود ایک طرح سے پابند بھی ہے، نعتیہ شاعری کی مہراج قرار دیا جا سکتا ہے۔

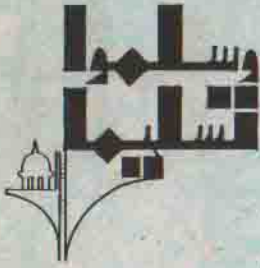
آزاد نظم کے علاوہ حفیظ تائب نے ان نئی بحور میں بھی چند نعتیں کہی ہیں، جو پنجابی شاعری میں تو مستقل ہیں، مگر اُردو کے لیے اجنبی ہیں۔ اس مجموعے میں ”صاحبِ خیر کثیر“ کے عنوان سے جو نعتیہ سائینٹ شامل ہے، اس میں پنجابی شاعری کے شاہکار ”ہیر وارث شاہ“ کی بحر برنی گئی ہے۔ یہ بحر پنجابِ احمی سے تو پوری طرح ہم آہنگ ہے، مگر اس بحر میں اُردو شاعری کرنے پر صرف قادر الکلام شاعر ہی حادی ہو سکتے ہیں، اور حفیظ تائب نے اس قادر الکلامی کا غیر فانی ثبوت مہیا کر دیا ہے۔ یہ سائینٹ اس بحر میں اس حسن اور سلیقے سے مکمل ہوا کہ اُردو میں سائینٹ نویسی کی زوال پذیر روایت ایک بار پھر زندہ کر دی گئی ہے۔ ”بیر“ کی مشوار بحر میں حفیظ تائب نے ایک نعت بھی (جتنی اُچھیں ہیں، جتنی کلفتیں ہیں) اسی مہارت سے لکھی ہے۔ اس بحر کا انداز نہایت لطیف اور سچ سچ سا ہے، جیسے شاعر جس طرح پڑھنے سُننے والوں کو متاثر کر رہا ہے، اسی طرح خود بھی متاثر ہو رہا ہے۔ وہ ہر لفظ نہایت سوچے سمجھے کر، ادب کے ساتھ ادا کر رہا ہے۔ رُک رُک کر،



جھوم جھوم کر — کہ اظہار بھی بے داغ رہے، کوئی گستاخی بھی سرزد نہ ہو اور حق بھی ادا ہو جائے، اس لحاظ سے یہ بحر نہایت مؤثر ہے۔ اسی طرح پنجابی کے منظم قصوں کی ایک مقبول بحر (فعلن فعلن فاعلن، فعلن فعلن فاعلن) بھی ایک نعت میں برقی گئی ہے (مرکز میرے فکر کا وہ کئی مجوٹ)۔ یوں اظہار کے تنوع نے حفیظ تائب کو یہ نئی بحریں آزمانے پر اکسایا ہے اور قطعی غیر شعوری طور پر انھوں نے اردو کی مردہ مقبول بحروں میں کار آمد اضافے کرنے کا آغاز کیلئے۔

میں حفیظ تائب کی قادر الکلامی کے تذکرے میں اس نکتے کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے طویل اور بھاری بھرکم الفاظ پر مشتمل ردیفوں سے ہمیشہ چڑھا رہی ہے، مگر حفیظ تائب نے اس نوع کی ردیفوں کے جواز کے ایسے قرینے پیش کیے ہیں کہ مجھے اپنا یہ نقطہ نظر باطل ہوتا ہوا محسوس ہوا ہے کہ طویل یا بوجھل ردیف شاعر کے خیالوں کے ایسے زنجیر بن جاتی ہے۔ ذرا ”زمین جگمگاتی فلک جگمگایا، ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا“ سرکار توجہ فرمائیں ”اور“ دیکھنا اور سوچنا“ کی ردیفوں والی نعتیں ملاحظہ کیجئے اور ”کتاب پیغمبر“ اور ”اللہ الصمد“ کے ساتھ ہی ان ردیفوں کی نعتیں بھی پیش نظر رکھیے: سید البشر، آقا سے نامہ مصطفیٰ یا مصطفیٰ، سید عالم، آقا حضور، خواجہ لولاک، شاہ امم، ختم رسل، سرور دین — ان ردیفوں کے ساتھ اتنی نکل اور موثر نعتیں کوئی قادر الکلام شاعر ہی کہہ سکتا ہے اور حفیظ تائب نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کا قلم ہر دو کاڈٹ کو پانی کرتا چلا جاتا ہے۔

پھر حفیظ تائب نے پنجابی شاعری کی مشہور صنف ”سی حرفی“ کو بھی کمال ہند سے ایک طویل نعت میں برتا ہے۔ اردو کے تاریخین شاعری کو مختار صدیقی مرحوم نے ”سی حرفی“ سے متعارف کرایا تھا، مگر حفیظ تائب نے اپنی ”سی حرفی“ میں یہ ایچ برتی ہے کہ مردہ سی حرفیوں میں تو ہر بند ایک حرف تہی کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور وہ سی تک تمام حروف کو ترتیب کے ساتھ بند کے آغاز میں لایا جاتا ہے؛ مگر حفیظ تائب ان حروف تہی کو اسی ترتیب کے ساتھ ہر بند کی ردیف کے آخری حرف کے طور پر لائے ہیں اور یوں اس صنف میں ایک طرح سے دست پیدائی



ہے اُن کی اس ”سی حرنی“ کا نام ”زمرّہ درد“ ہے۔ اس میں اُنھوں نے عشقِ رسول کا اظہار اتنی روانی اور آہنگ کے ساتھ کیا ہے کہ اس کے لیے ”زمرّے“ کے عنوان کا جواز بغیر کسی تردد کے سمجھ میں آجاتا ہے۔

اپنی نعتوں میں بھی حفیظ تائب کا لہجہ وہی ہے، جو وہ عام زندگی میں برتتے ہیں۔ مجال ہے جو کوئی ایک لفظ بھی اُدنی آواز میں ادا کریں۔ اس نرم گفتاری نے ان کی نعت کو بھی بھالی ہے حضورؐ کے ساتھ عشق و عقیدت کی انتہائی شدت کے اظہار میں بھی وہ اُدنی نہیں بولتے، ورنہ بیشتر شعراء تو اس مقام پر باقاعدہ نعرہ زن ہو جاتے ہیں۔ اُن کا ایک شعر ہے یہ

ذہن میں رکھ آیت لا ترفعوا اصواتکم

بات کر طبعِ پیغمبرؐ کی نفاست دیکھ کر

طبعِ پیغمبرؐ کی اس نفاست کو اُنھوں نے نہ صرف اپنی نعتوں کے ایک ایک لفظ میں، بلکہ عام زندگی میں بھی، بڑے التزام کے ساتھ پیش نظر رکھا ہے۔ یہ نرم لہجہ بڑا ہی گہیر ہے، جیسے حضورؐ کے ارشادات و فرمودات کی گراہیوں میں غوطہ زن ہو کر تھوں سے موتی چُنے جلنے کا عمل جاری ہے، ایک جگہ کہتا ہے

میری گراں بہا متاع

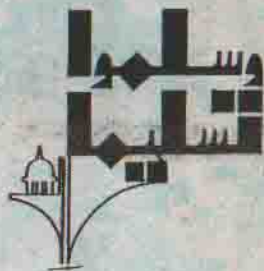
عشقِ جدیبے کبریا

اور یہ متاع اس انسان کی گراں بہا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا میرے لیے دشوار ثابت ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عشقِ حفیظ تائب کی رگوں میں خون کی طرح رواں ہے۔ بھلا اس عشق کی کوئی حد کہاں دستیاب ہو جو اس اعتراف سے بھی گزرنے کی ضرورت نہ سمجھے کہ

کھڑا بابِ کعبہ پہ ہوں اور تائب

پیغمبرؐ کی صورتِ مرے سامنے ہے

یوں تو حفیظ تائب کا تمام تر نعتیہ کلام وجد آفریں ہے، مگر نعتیہ قصیدہ کہتے ہوئے ان پر جو جذباتی کیفیت طاری ہوتی ہے، وہ ایسا جواب آپ ہے۔ ”نور منثور“ اس کی ایک مثال ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شاعر محبوبؐ خدا اور اپنے



مرکز فکر کے حضور حاضر ہے اور ان کی مدح میں یوں رطب المسان ہے
جیسے عبادت کر رہا ہے۔ نظر "آیاتِ رحمت" میں حفیظ تائب نے
آنحضرت کے اسوۂ حسنہ کو اتنی بلاغت سے پیش کیا ہے، جیسے ایک ایک
شعر میں ایک ایک نعتِ سمودی گئی ہے۔

حفیظ تائب کی نعت نگاری کی ایک اور خصوصیت ان کا عصری شعور
ہے جس کے حوالے سے وہ آنحضرت کے حضور فریادگناں ہوتے ہیں۔ وہ
نعت میں اس شعور کو اتنے کمال فن سے تحلیل کرتے ہیں کہ نعت تو نعت ہی
رہتی ہے مگر پڑھنے سننے والا، اپنے گرد و پیش سے آگاہ ہوتا چلا جاتا ہے اور
عالمِ اسلام پر چھائی ہوئی ادبار کی گھٹاؤں کے خلاف اس کے اندر وہ
شدید جذبہ بیدار ہوتا ہے، جو حضور کی تعلیمات سے توانائی حاصل کرتا ہے۔
پڑھے والوں کو عصری مسائل کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دینا بجائے خود
ایک بڑا کارنامہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں زوال جیسی آتا ہے، جب وہ اپنے
ذہن سے سوچنا ترک کر دیتے ہیں اور حضور کی تعلیمات کو فراموش کرنے کا
ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ حفیظ تائب نے جس درد و کرب سے امتِ مسلمہ
کا مقدمہ حضور کے سامنے پیش کیا ہے اس سے مجھے مولانا ظفر علی خاں مرحوم
یاد آجاتے ہیں کہ ان کی بیشتر نعتوں کا بنیادی نکتہ بھی یہی ہے۔ اس انداز
کی نعتوں میں بطور خاص یہ نعتیں بے حد موثر اور کامیاب ہیں۔

مزاجِ زندگی ہے سحتِ برہم سید عالم

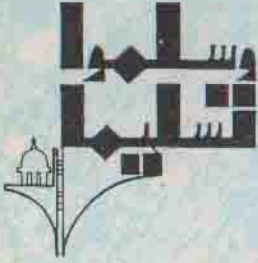
اور

آمادہٴ شہ پھر ہیں ستم گر مرے آقا

غزل کی ہدیت میں کہی جانے والی نعتوں میں حفیظ تائب آج بھی
ہمیشہ کی طرح، دلوں میں اتر جانے والے اشعار کہہ رہے ہیں۔

پہلی ساری نبوتوں کے کمال

جمع ہیں آخری رسالت میں



ان کے رستے میں جب قدم اٹھے
سنگ رہ حوصلہ بڑھانے لگے

بارگاہِ پاک میں پہنچے ثنا کرتے ہوتے
مدعا پایا ہے عرضِ مدعا کرتے ہوتے
تھام کر دامن کو ان کے بے مخا بارو دیا
میں کہ گھبراتا تھا ان کا سامنا کرتے ہوتے

میں تری ذات پر سونا زگنہ کاروں کو
کیسے بے ساختہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے ہیں

گلوں سے دل کی زمیمنوں کو بھر دیا تو نے
ضمیر تیرہ کو گلنار کر دیا تو نے!

نورِ نگاہِ خلق ہو، رنگِ رخِ حیات ہو
زینتِ عرشِ دفرش ہو، ردقِ ششِ جہات ہو

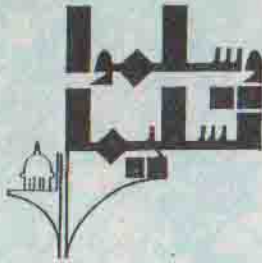
یہی وہ مقام ہے جہاں حفیظ تائب کی نعتِ عصرِ رواں کی نعتیہ شاعری
کا عنوان قرار پا جاتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی

مدینہ منورہ - مکہ مکرمہ

۱۶ جون تا ۲۶ جون ۱۹۸۸ء





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

حافظ محمد افضل فقیہ

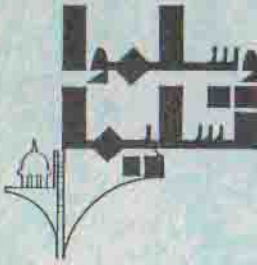
اللہ ربّ العزت نے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتِ عالم بنا کر بھیجا ہے۔ عالم اُن گنت ہیں؛ ہر نزعِ خلق کا عالم جدا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک قطعہٴ ارض پر آباد دس افراد دس مختلف عالموں کے مکیں ہوں۔ پھر ہر لمحہ ایک عالم وجود میں آتا ہے اور دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اس طرح عوالم کے ایجاد و اعدام کا ایک سلسلہ جاری ہے؛ نظریات و خیالات کا بھی عالم ہے اور ایسے عالم بھی ہیں، جو ہنوز درستے ادراک ہیں۔ بہر حال ہم جس عالم کا بھی تصور کر سکتے ہیں، جنابِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اس کے لیے پہلے سے موجود ہے۔ پھر انتہائے عنایتِ ربّانی دیکھتے کہ ہنوز عالم کا وجود متصور نہیں، مگر حضورِ فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت اسے نوازنے کے لیے جلوہ فرما ہے۔ عالمِ اسلام پر جب بھی در راہِ ابتداء آیا، آپ کی رحمت نے افرادِ امت کے دیدہ و دل کی تسکین فرمائی۔ بالفاظِ دیگر آپ کی رحمت نے ہم ستم زدگانِ گردشِ ایام پر برابر برتنی رہتی ہے اور یہ سلسلہ ابداً لا باد تک جاری رہے گا۔ زمان و مکان ختم ہو جائیں گے، مگر رحمتِ عالم کی فیضِ رسانی جاری رہے گی کہ مشترکہ نشتر بھی تو عالم ہی کے تحت آتے ہیں۔ جب رحمت کی کرن آنت رسیدگانِ رزگار پر پڑتی ہے اور غبارِ کلفت دُھل جاتا ہے تو وہ لطیف ارواح، جن کی قوتِ مدرکہ پاکیزہ ہوتی ہے، کسی حد تک اس رحمت کا ادراک کر لیتی ہیں اور بطورِ سپاس جنابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مدحتِ سرا ہو جاتی ہیں۔ قلوبِ آپ کی محبت، تعظیم اور طاعت سے سرشار ہو جاتے ہیں؛

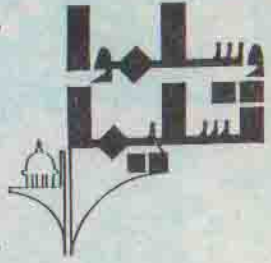
ترجمہ : بے شک زمین اور آسمانوں کی تخلیق اور شب و روز کے اختلاف میں اربابِ دانش کے لیے نشانیاں ہیں، جو اٹھتے بیٹھتے اور پہلوں پر لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور زمین اور آسمانوں کی تخلیق میں فکر کرتے ہیں۔

آیت مذکورہ ایک عظیم حقیقت کی نشاندہی کر رہی ہے وہ یہ کہ مسلمات و حقائق کے عالم تک رسائی صرف ان اربابِ دانش ہی کو متیسرا آسکتی ہے، جو ذکرِ الہی کی کیفیات سے بہرہ ور ہونے کے بعد نفس و آفاق میں فکر کرتے ہیں۔ نتیجہً انھیں گہرے معنی تک دسترس نصیب ہو جاتی ہے۔

پہلی صورت میں ذکر کی کیفیت اور فکر کی لطافت کا امتزاج ہے، جس کی تائید مضمون ہے، جب کہ دوسری صورت میں فکر کی رسائی تو موجود ہے، مگر ذکرِ ربانی کی تائید کا فقدان ہے۔ تیسری صورت، جس میں کلام ایک شاعر کی شخصیت کی کامل عکاسی نہیں کرتا، اس میں شاعر کے مستغنیانہ طرز فکر اور بے پڑا نثری کا عمل دخل ہوتا ہے۔ لہذا وہ فنِ شعر کے آداب اور مقصدات سے صرف نظر کرتا ہے۔ بالفاظِ دیگر ذائقے کی تبدیلی کے باعث سہواً یا قصداً اس کے کلام میں گاہے گاہے ہوقیانہ پن ردنا ہوتا ہے۔ چوتھی کیفیت عامیانہ ہونے کے سبب خارج از بحث ہے۔

ان تمام امور کا تذکرہ اس لیے ضروری تھا کہ صنفِ نعت اور نعت گو حضرات کے امتیازی مقام کو واضح کیا جاسکے اور ان کی جداگانہ ہیئت متبیین ہو۔ دیگر اصنافِ سخن کی طرح نعت اور نعت گو کے باہمی ربط کا تجزیہ بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ شاعر کے کردار کی پاکیزگی، صفائے باطن اور اخلاصِ قلب کی تاثیرات اس کے پیکرِ نعت میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ ایک صاحبِ ذوق عارف کسی صنفِ سخن میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کرے، متصرفانہ نظریات سے اس کا کلام لبریز نظر آئے گا۔ پھر صنفِ نعت تو باطنی ارادت کی عظیم ترین ترجمان ہے۔ ایک ہر تہ مولانا غلام قادر گرامی نے علامہ اقبال علیہ الرحمہ کو لکھا کہ حضرت شاہ نصیر الدین چران دہلوی قدس سرہ کی زمین میں شعر لکھنے کے لیے ان کا وجدان اور تقویٰ کہاں سے لادیں۔ معلوم ہوا کہ عظمتِ تقویٰ اور بلندتی



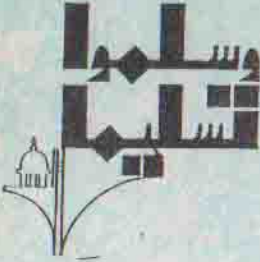


کردار شہ پارہ نظم پر اس طرح مکتبی ہوتے ہیں کہ پھر اس کی تقلید بھی از قبیل محالات ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ عمومی طور پر دیگر نعت گو حضرات بھی ہیں۔ ان کی کاوش بھی قابل ہزار تہنیتیں ہے کہ ان کے سینوں میں اقرار توحید و رسالت موجود ہے، جو معارف نعت کا مخزن ہے، پھر اس کے ساتھ احساس گناہ گاری بھی ہے، جو توبہ و انابت کی اصل ہے اور احساسِ مذمت ایک ایسا لامتناہی نیاز ہے، جس کی سرحدیں الطافِ ذاتِ لم یزل کو مٹا سکتے ہیں۔ دیئے بھی ہر لکھ گو پروا جب ہے کہ اپنے ولی نعمت کا سپاس گزار رہے۔ ہر وہ امتی، جس کی زبان یا قلم سے کوئی مدحیہ کلام یہ صورتِ نظم و نثر صادر ہو ایک سپاس گزار ناعت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے کرم فرما ڈاکٹر ریاض مجید کو ہمیشہ خرم و خوشدل رکھے؛ موصوف سے فیصل آباد میں ملاقات ہوئی تو فقیر نے انھیں اس نثریتے کا کہ کلام منظوم ہو یا منثور، نعت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے، سب سے پہلا موید پایا۔ سبحان اللہ! کیا انداز ارادت اور کیسی بلندی خیال ہے۔ ان کے اس موقف کی اساس مجھے شمالِ ترمذی میں نظر آئی۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا تخلیہ مبارک تفصیل سے بیان کرنے کے بعد آخر میں یوں فرمایا ہے: **يَقُولُ نَاعِيْتُ لَمْ اَمَّ قَبْلَكَ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَكَ**۔ یہاں لفظ ناعت عمل تمیم میں داخل ہے اور کسی منظوم کلام تکلف و لے پر اس کا حصر نہیں۔

مداحان حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف و امتیاز اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ کلام الہی میں جس زمرہ شعراء پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے، وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ سورہ شعراء کی آخری آیات، جن میں اہل سخن کی مذمت اور استثناء مذکور ہے، کا متن اس طریق پر ہے:-

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۗ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي
كُلِّ دَأْبٍ يَتَّبِعُونَ ۗ وَأَنَّهُمْ يَفْقَهُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۗ
إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ



كَيْثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا طَوَّعْتُمْ لِدِينِ
ظَلَمُوا آتَتْ مُنْقَلِبٍ يَتَّقِلُونَ ه

ترجمہ : اور گمراہ لوگ شاعروں کی پیروی کرتے ہیں۔ اے مخاطب ! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں حیران پھر کرتے ہیں اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں، جو کرتے نہیں، مگر جو لوگ ایمان لاتے، اچھے کام کیے اور انھوں نے (اپنے اشعار میں)، کثرت سے اللہ کا ذکر کیا پھر پھر اس کے کہ ان پر نازل ہوا اس کا بدلہ لیا اور عنقریب وہ لوگ، جنھوں نے ظلم کیا، جان لیں گے کہ انھیں کس جگہ لوٹ کر جانا ہے۔

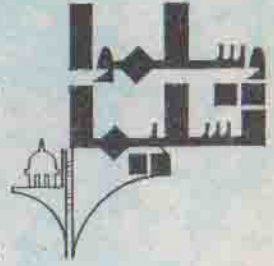
صاحبِ روح المعانی علامہ الوسی بغدادی ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں :-

حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم بارگاہِ نبویؐ میں باپشتم فناک حاضر ہو کر گویا ہوتے: حق تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ہم شعراء ہیں ہم تو ہلاک ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے آیت استثناء اتاری تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں بلایا اور اس آیت کو ان پر تلاوت فرمایا۔

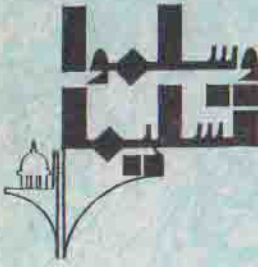
اس سے آگے آیت استثناء کی تفصیل مزید صاحبِ روح المعانی ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں :-

(اس آیت میں) نیک اہل ایمان مشرک کی استثناء ہے، جو خداوند بزرگ دہر تر کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں، ان کے اکثر اشعار توحید اور حمد باری تعالیٰ میں ہوتے ہیں۔ ان میں طاعت، حکمت، موعظت اور دنیوی امور سے احتراز کی ترغیب ہوتی ہے۔ دُنیا کے فانی فوائد میں ابتلا، اس کے مضرغرات پر فریفتگی اور اس کی وابستگی سے ڈرایا جاتا ہے اور جو بھول اللہ تعالیٰ کے ہاں (باقی رہنے والے) ہیں، ان کا شوق دلایا جاتا ہے۔ جناب رسالت کے محاسن و محامد اور آپ کے معجزات کا ذکر ہوتا ہے تاکہ سامعین کے

سویدائے قلب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت موجزن ہو اور ان کا
دلولہ و جوش آپ کے اتباع، اہل بیت عظامؑ، صحابہ کرامؓ اور صلحائے امت
کی توصیف و ثنا کے بیان میں افرول ہو۔



اُردو اور فارسی کے کلاسیکی شعراء نے اس امر کا التزام کیا تھا کہ اپنے
دو ادین کا آغاز حمد و نعت سے کرتے اور اس کے بعد غزلیات لکھتے؛ مثلاً
نگاری میں بھی یہی اہتمام تھا کہ حمد و نعت کے بعد تعلقات موضوع پر
اظہار خیال کیا جاتا تھا۔ شاعر نے اُردو نے صنفِ نعت کے ابتدائی دورِ اتقار
میں صلوٰۃ و سلام پر مبنی اشعار لکھے، جو محافلِ نعت اور مجالس میلاد البنی
صلی اللہ علیہ وسلم کی زینت و تنویر کا موجب بنے، یوں عامۃ المسلمین اور
متوسط درجہ کے خواندہ طبقہ کی ایمان افروزی اور جلاست قلبی کا سامان مہیا
ہوا۔ غلام امام شہید کا نام اس ضمن میں سرفہرست ہے۔ ظاہر ہے؛ تصدیق
مثلاً، طویل منظومات اور بلند پایہ مضامین سیرت، جو خاصی حد تک عام
ذہن سے بالاتر ہیں، جداگانہ مقام و محل کے متقاضی تھے۔ امیر مینائی اور
محسن کا کوڑی دونوں بزرگ اس میدان میں سابق بالآخرات ہیں۔ مولانا کھیت علی
کافی، مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور ان کے معاصرین نے گلزارِ نعت
کو علم و آگہی اور عشق و شہیفتگی کے گلہائے رنگ و رنگ سے آراستہ کیا۔ مولانا
الطاف حسین حالی نے مسدس لکھ کر اس روش کو دہشتہ ترکیا؛ اس زار تالی نے
اہل اسلام کے سینوں میں بیداری کی ایک لہر دوڑادی اور افرادِ امت میں
اسلامی شان و شوکت کی بازیابی کے لیے ایک تحریک پیدا کی۔ مسدس کے اشعار
کا پس منظر قرآنی آیات احادیثِ مبارکہ، حقائق کائنات اور شواہدِ تاریخ سے
تائید ہے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی شاعری کا منبع و مصدر بھی سنتِ نبوی کا
اتباع، زندگی کو سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھالنے کا عزم
صمیم، اسلامی اقدار کا احیا اور مسلسل جدوجہد ہے۔ ظفر علی خاں مرحوم کا نعتیہ



کلام، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ارادت قلبی اور دردمندی باطن کا حسین و جمیل مترق ہے۔ اس کلام کے علاوہ دوسری منظومات، جن کا موضوع تحفظ ناموس ختم نبوت ہے، اردو ادب کے زندہ جاوید شہکار ہیں۔ حفیظ جالندھری کا شاہنامہ تاریخ اسلام کے واقعات اور عہد نبوی کے غزوات کو اس طرح روشن کرتا ہے کہ ان کی شان و شوکت قاری کے نہاں خانہ قلب میں اترتی چلی جاتی ہے۔ یہ سب تجلیات نعت ہیں، جو حامد مصطفویہ کے الوار سے مستفاد ہیں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر انسانیت بن کر عالم امکان میں تشریف لائے؛ قرآن حکیم کے کلمات قدسیہ: **قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا** اس حقیقت کے ترجمان ہیں۔ مذکورہ بالا ارشاد ربانی سے یہ مفہوم روز روشن کی طرح ابھرتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت اطہر میں عالم انسانیت کو پیش آنے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ عصر حاضر میں مادے کے تجربات اپنے عروج پر ہیں، جن کے باعث انسانیت کے سر پر ہلاکت انگیزیوں کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ ہر سخن در، صاحب طرز ادیب اور صحافی اس لٹکار کا مقابلہ کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔ حیات بشری بقا، اقدار انسانی کی نگہداشت اور غیر خواہی اولاد آدم و ددر حاضر کے دل گواہ اور جلال گسل مسائل ہیں۔ شاعر جب قلم اٹھاتا ہے، تو اس کا لا شعور سے ان گتھیوں کو سلجھانے کی دعوت دیتا ہے۔ جناب سر در کائنات صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت ہیں اور حضور کی ذات اقدس و اطہر میں انسانیت نوازی کے تمام جواہر پوری شان کے ساتھ جلوہ ریز ہیں، لہذا دور حاضر کا نعت گو انسانیت کی دم توڑتی اقدار کے لیے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے زندگی کی جھیک مانگتا ہے اور کشمکش خاطر کی مداوا طلبی کرتا ہے۔ یہ امر اہم ہونے کے ساتھ نازک تر بھی ہے اور بے حد احتیاط کا متقاضی بھی۔ اس بات کا اندیشہ ہر وقت لاحق رہتا ہے کہ نعت گو شاعر انسانیت کی غمخواری اور امن داشتگی کی علیٰ طریقی میں کہیں عدم دہمت کو بے دست و پا نہ کر دے اور قوم کو رو کو دو تھقل کی طرف

نہ لے جاتے، جس سے اسلام کی مجاہدانہ روح مجروح ہو جائے کہ احتقاقِ حق اور ابطالِ باطل منصوص ہے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کیسی عمدگی سے اس مقام کی نوعیت کو واضح فرمایا ہے

دلبری بے قاہری جاودگر لیت

دلبری باقاہری پیمبر لیت

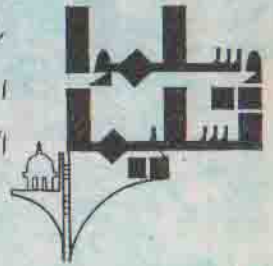
ارضِ پاک کا یہ دور، نعت کا دور ہے۔ انفرادی و اجتماعی طور پر نفعِ ابتلاء کی خاطر ہر لمحہ براسطتِ نعت تک دناز جاری ہے، کم و بیش تمام ملکی رسائل و جرائد نعتیہ کلام کے افوار سے تابناک ہیں اور صنفِ نعت ادبی حیثیت سے ارتقاء کے اس بلند مقام تک جا پہنچی ہے کہ ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی؛ ہم اسے از روئے ایماں التفاتِ جنابِ فخرِ موجودات سمجھتے ہیں۔

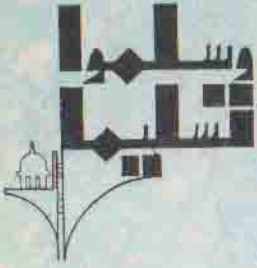
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقاماتِ سیرت اور مکارمِ اخلاق کا احاطہ ناممکن ہے۔ اُمتِ مسلمہ اگر تاقیامت آپ کے شمالِ دماغِ تحریر کرتی رہے تو پھر بھی وہ اپنے عجزِ بیاں کی معترف رہے گی۔ چونکہ صنفِ نعت کی پیش رفت کا سلسلہ جاری ہے، لہذا اس ضمن میں چند مسلمات کا ذکر ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہ مسلمات ہیں، جو روحِ ارادت اور تقصیباتِ صنفِ نعت ہیں :-

۱۔ نعت گو کے لیے ضروری ہے کہ وہ نعت کا آغاز دیگر اصنافِ سخن کی طرح عام انداز اور روایتی ڈگر سے نہ کرے۔ مطلع میں متعلقاتِ نعت سے کوئی ضمون باندھے یا اس میں کسی قسم کا ایسا اشارہ موجود ہو، جو نعت پر دلالت کرے؛ بالفاظِ دیگر نعتیہ کلام کا مطلع نعت کے علاوہ کسی دوسری صنفِ سخن پر چسپاں نہ ہو سکے۔

ب۔ اگر نعت کا آغاز صیغہٴ غائب سے ہو تو آخر تک اس تسلسل کو برقرار رکھا جائے۔ اگر آغاز صیغہٴ حاضر سے ہے تو اس التزام میں انقطاعِ رد ونا نہ ہو کہ بارگاہِ نبوی میں مدحتِ سر کا حضور جس انداز کا متقاضی ہے، عالمِ غیاب میں اشتیاقِ حضوری کا آہنگ بلاشبہ اس سے مختلف ہونا چاہیے۔

ج۔ نعتیہ اشعار میں صیغہٴ واحد غائب، جمع غائب اور صیغہٴ واحد حاضر،





جمع حاضر کا استقبال اکابر شعرائے نعت کے ہاں بکثرت ہے؛ اسے سویرا ادب پر محمول کرنا درست نہیں کہ نظم کے تقنیات بہر حال نشر سے متفاوت ہیں۔ البتہ نشر میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ، کا استقبال لازماً ادب و احترام ہے۔ جن لوگوں نے اپنے منظوم کلام میں ان صیغوں کو جگہ دی ہے، وہ سرشارِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ انہوں نے آپ کی شانِ اقدس میں کسی قسم کی بے ادبی کو ردائے سمجھا ہو۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے بانگِ درا میں اپنی نظم صدیقِ رضی اللہ عنہ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ

بولے حضور چاہیے فکرِ عیال بھی
 کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار
 اے تجھ سے دیدہ مدہ داختم فرغِ مگر
 اے تیری ذات باعثِ تکوین و زکار

اس کے علاوہ یہ شعر ملاحظہ ہو

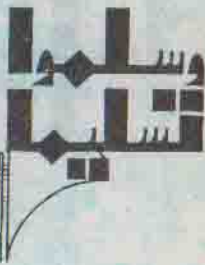
وہ دانائے سب، ختمِ الرسل، مولائے کل جس نے
 غبارِ راہ کو بختناںِ رخِ دادی سینا

مرزا غالب نے کہا ہے کہ

اس کی اُمت میں ہوں میں، میرے رہیں کیوں کام بند
 واسطے جس شرکے غالب یہ گنبد ہے در کھلا !

ظفر علی خاں مرحوم کی وہ نعت، جس کی ردیف صیغہ جمع حاضر میں ہے، زبانِ اردوِ خلاق ہے۔ اس کا مطلع یہ ہے کہ

دل جس سے زندہ ہے، مدہ تبتا تھی تو ہو،
 ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تھی تو ہو



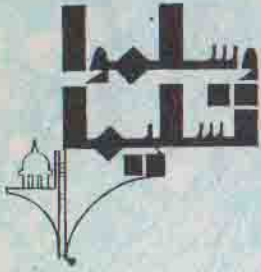
و۔ مدینہ منکون جناب فرزند موجودات علیہ افضل التحیات واکمل التسلیات ہے۔ اس شہر رحمت کا سابقہ نام یثرب تھا، جس کی اصل کا مفہوم لامت کرنا اور گناہ پر عار دلانا ہے۔ لسان العرب میں ہے: وَرَدَىٰ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَىٰ أَنْ يُقَالَ لِلْمَدِينَةِ يَثْرِبٌ وَمَتَاهَا طَيْبَةٌ كَأَنَّهُ كَرِهَ الثَّرِبَ لِأَنَّهُ فَسَادٌ۔ کلام العرب۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ مدینہ میں اس کی مبسوط اور جامع تحقیق فرمائی ہے: ہم اس کی عبارت ذیل درج کیے دیتے ہیں :-

۱۔ امام بخاریؒ کی تاریخ میں ایک حدیث آئی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یثرب کے تو اس کو لازم ہے کہ اس کی تلافی اور تدارک میں دس مرتبہ مدینہ کے ادرامام احمد اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص مدینہ کو یثرب کے تو چاہیے کہ جناب باری تعالیٰ میں استغفار کرے، اس کا نام طابہ ہے۔ انہی روایات کے مثل دوسری بھی آتی ہیں۔ لفظ یثرب سے کراہت کی وجہ اس کا مشتق ہونا ثرب کی وجہ سے ہے یا ثرب سے، جس کے معنی مواخذہ اور عذاب کے ہیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ یثرب ایک کا ذکر نام بھی ہے۔ لہذا اس کے نام پر اس مقام شریف کا نام رکھنا، جس کی عزت غبار شرک اور کفر سے پاک و بری ہو، کسی طرح مناسب نہیں ہے اور جو کہ قرآن مجید میں آیا ہے: يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فِيهَا فَمَا تَصِفُوهَا قَالَوا سَاءَ مَا يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّ مِنَ الْبَاطِلِ۔ اس کے لیے علماء کہتے ہیں احادیث میں بھی مدینہ منورہ کا نام اس نام سے رکھ کر داؤد نفاق دیتے تھے اور بعض کہ یہ نمانت سے پیشتر کا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی تحقیق نہایت گراں بہا اور دقیق ہے۔ اسے پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھا جاتے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ فارسی واردہ کے

ترجمہ تاریخ مدینہ مؤلفہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ نمبر ۱

مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی



اکثر اساتذہ سخن، جنھوں نے اپنے کلام میں لفظ شرب استعمال کیا ہے۔ اس معاملے میں سوو واقع ہوئے۔ ہمیں ان کی نیت پر ادنیٰ درجے کا اشتباہ بھی نہیں؛ ان کی مراد منیرۃ الرسول ہی تھی۔ بہر حال اس لفظ کے استعمال سے احتراز واجب ہے اور جدید نسل کے لغت گو شعراء پر اس سلسلے میں عزم و احتیاط لازم ہے۔

د۔ بعض لغت گو حضرات اپنے کلام میں اس قسم کا مضمون بھی بازتھے ہیں کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم آفت زدگانِ عالم کی سیمائی کریں یا آپ سے میرے میساج، کے انداز میں العجا کرتے ہیں۔ یہ مضمون بندی اور ترکیب سازی لاعلمی کی نماز اور سورہ ادب پر منتج ہے۔ معافی و بیان کا ادنیٰ ذوق رکھنے والا انسان بھی جانتا ہے کہ مشتبہ بہ کو مشتبہ سے ارفع و اعلیٰ ہونا چاہیے اور جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے سلف علیہم السلام کے پیشوا و مقتدا ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ التماس کرنا کہ آپ ہماری سیمائی کریں، آپ کے مقام و مرتبہ کو شانِ عیسوی کے مترادف قرار دینے کو مسلمتزم ہے اور یہ آپ کی عظمت و شان کے منافی ہے۔

عصرِ حاضر میں نعتیہ قصائد کی جانب بھی طبائع کا رجحان ہے؛ یہ واقعی بڑی سعادت مندی ہے کہ لغت گو اپنے تسلسلِ فکر کو ارادتِ باطن سے ہم آہنگ کرتے ہوئے سیرتِ نبوی کے مضامین بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ یوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے محبت اور آپ کے اتباع کے پاکیزہ جذبات مربوط فکر کے تحت ابھرتے اور انکار و اعمال کے کشت زار کو میراب کرتے ہیں۔ فارسی و اردو ادب میں قصیدہ غزل کا توام ہے۔ شعراء نے غزل لکھی تو قصائد بھی کہے؛ غزل لالہ و گل کی داستاں ہے تو قصیدہ گلستاں کا سراپا ہے۔ قصیدہ ایک بھر پور مجموعی تاثر کا حامل ہے اور اس کی روایت نے اسے تشبیہ، گریز، مدح اور دعائیہ حصوں پر تقسیم کر رکھا ہے۔ متقدمین و متاخرین اس روایت کے انحراف سے اکثر ابا کرتے ہیں۔ قصیدے کے آغاز میں تنغزلانہ مضامین کا رطب و یابس شاعر کو ناگزیر محسوس ہوتا ہے، جس کے

بعدہ ممدوح کی شان میں اظہار خیال کے لیے سرگرم سخن ہوتا ہے۔ اگر یہ
کہا جائے کہ اکابر فن نے تشبیب کو پابندی روایت کے طور پر اختیار کیا اور
توسطنین نے اس کا سہارا لے کر قصیدہ نگاری کی توبے جانے ہوگا؛ اکثر اساتذہ
سخن نے اس روایت پر ضرب کاری لگاتے ہوئے اسے توڑا بھی ہے۔ مثلاً
ایک قصیدے میں، جو سیف الدولہ کی مدح میں ہے تشبیب پر اپنی جھنجلاہٹ
کا اظہار اس طرح کرتا ہے۔

إِذَا كَانَ مَدْحٌ فَالْتَشْيِيبُ الْمُتَقَدِّمُ
أَكْلٌ فَيَنْسَحِقُ قَالَ شَيْعٌ رَأَيْتُمْ

فارسی شاعری میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی عظمت کو راد اور قادر لکھائی
مسلم ہے۔ انھوں نے آباکان فارس کی شان میں قصائد لکھے ہیں، لیکن اکثر وہ
بیشتر قصائد کے آغاز میں مدح سے پہلے بے ثباتی عالم، کسبِ عیبر، غنوارِ خلق
کے مضامین کے ساتھ مصروفانہ خیالات کو نظم کیا ہے اور ممدوح کی شامدودے
چند اشعار سے متجاوز نہیں۔ یہی انداز عرفی شیرازی کا ہے؛ اس کا منکر الہ آقا قصیدہ
عبدالرحیم خانخاناں کی مدح میں ہے، جس کا مطلع یہ ہے۔

زخود گردیدہ بر بندگی چہ گویم کام جاں بینی
ہماں کز اشتیاق دیدنش زادی، ہماں بینی

یہ قصیدہ محارف ربانیہ کا بحر زخار ہے۔ سبحان اللہ! کیا لطافت آفرینی اور
کیا نادرہ کاری ہے۔ اس قصیدے کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ پردہ کارِ عالم
نے انسانی فکر کو کس قدر رفعتوں اور عظمتوں سے نوازا ہے؛ متاخرین قصیدہ
نگاروں میں میرزا غالب کا روایت سے اعتصام خاصا شدید ہے۔ یہ ادب
کے ان شہ پاروں کا ذکر ہے، جو شاہان عالم کی شان میں مرقوم ہیں؛ نعتیہ قصائد کا
آہنگ، ان کی ہیئت اور مجموعی حیثیت اس سے پاکیزہ تر اسلوب اور لطیف تر
انداز کی متقاضی ہے۔

محسن کاوری نے متعدد نعتیہ قصائد لکھے ہیں؛ اس نے نعتیہ شہزادیاں بھی
جو ہیں۔ اس کی صداقتِ جذبہ، محاسن سخن پر دسترس اور اخلاص مندی مسلم

ہے۔ نعت میں اس کا لامیہ خاصا معروف ہے۔ اس قصیدے کی تشبیہ میں کاشی و متھرا، گنگا جنا، سری کرشن، گوبی اور ہندوانہ رسوم کا بیان ہے۔ مجاہد بنویہ کے آغاز میں یہ تذکرہ طاغوت موضوع تنقید رہا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے اردو کی نعتیہ شاعری، کے مقدمے میں اس موضوع پر دو قیغ خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس ضمن میں امیر احمد میناٹی کا تبصرہ درج کیا ہے۔ یہ اقتباس اردو کی نعتیہ شاعری سے بلا کم و کاست نقل کیا جاتا ہے :-

”بادی النظر میں شبہ ہوتا ہے کہ قصیدہ نعت میں متھرا، گوکل دکھتیا کا ذکر بے محل ہے، لہذا دفع و دخل کیا جاتا ہے کہ نعت میں تشبیہ کے معنی ہیں ذکر آیام شباب کرنا اور اصطلاح شعر میں مضامین عشقیہ کا بیان کرنا۔ اساتذہ نے تخصیص مضامین عاشقانہ کی قید بھی نہیں رکھی۔ کوئی شکایت زمانہ کرتا ہے۔ کوئی متذوق مضامین کی غزل لکھتا ہے۔ کوئی غزل میں کسی طرح کا خاص تلازم ملحوظ رکھتا ہے الغرض متبعان کلام اساتذہ حقیقت شناسان تشبیہ و قصیدہ پر پریشیدہ نہیں کہ مضامین تشبیہ کے محصور نہیں ہیں اور نہ کچھ مناسبت کی قید ہے کہ عدد و نعت و منقبت میں قصیدہ ہو تو تشبیہ میں بھی اس کی رعایت ہے۔ میرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی نے منقبت میں قصیدہ لکھا، جس کا مطلع ہے یہ

صبحے کہ در ہواتے پرستاری دشن

جنید کلید تبادہ درد مست برہمن

اور اس قصیدے کی تشبیہ میں بھی ایسے ہی مضامین لکھے ہیں۔ عمدہ تر سناس کے جواز کی یہ ہے کہ حضرت سرور کائنات خواجه ہر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں قصیدہ بانٹ سعاد، جس کی تشبیہ بھی شروع نہیں ہے، پڑھا گیا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے اس کی تحسین فرمائی :-

اگر نعتیہ قصائد میں شاعر کو یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ اپنے ماحول کے

روابط، نظریاتی مزعومات اور تمدنی ردایات کو آغاز سخن میں بے دریغ استعمال کرے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مار و قتل کا نعت گوستی پنوں کی داستان عاشقہ اور اس کے متعلقات کو تشبیہ میں جگہ دے گا، سونہنی مینوال کے خطے سے ماٹوس



شاعر تلامذہ دریا اور شب ہائے تیرہ و تار کا ذکر نعتیہ قصائد کی تشبیہ میں لائے ہیں
 سمجھے گا، یوں شاعر اور اس کے علاقائی مناسبات کی نمایاں حیثیت مضامین نعت
 کے ساتھ بزمگ ایضاً مشہور ہوگی، جبکہ نعت کی عظمت و توقیر کا تقاضا تو یہ ہے کہ
 استفائے متفرقات سے وحدت خیال کا اثبات رونا ہوا د مضمون و اسلوب کا چشمہ
 مجازی فکر سے چھوٹے۔ علامہ یوسف نبھانی نے المجموعہ البہانیرہ فی المدائح النبویہ
 کے دیباچے میں نعتیہ قصائد کی تشبیہ پر اس طرح اظہار خیال فرمایا ہے :-

لِشَيْخِنِ مَنْ يَمْدَحُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شَيْبَ
 بَذَكَرَ الدِّيَارِ الْحِجَازِيَّةِ وَمَعَالِمَهَا وَحُبَّ مَسْكَهَا وَ
 الْمَشُوقِ إِلَيْهِمْ وَالْبِكَاءِ وَوَصْفِ الْبِنَاقِ وَالسَّيْرِ وَالْمَنَاهِلِ
 وَوَصْفِ السَّحَابِ وَالْبُرُقِ وَالرَّيْحِ الَّتِي تَجِيَّ مِنْ خَوْفِهِمْ
 وَالِدَعَاءِ بِالسَّلَامَةِ وَلِدْيَارِهِمْ بِالْعُرَانِ وَالسَّقِيَا وَمَا
 اشْتَبَهَ ذَلِكَ

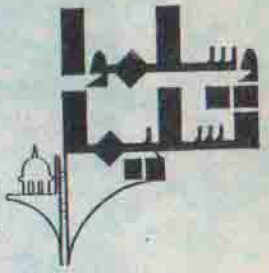
کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا قصیدہ بانث سعاد النسطہ اشعار پر مشتمل ہے؛
 پچیس اشعار میں سعاد کی جدائی، اسکی عہد شکنی، ادنیٰ کی قد و قامت، اس کی نسل، تیرز
 رفتاری اور صحرا پر ایمانی کا بھرو پرتکرہ ہے۔ اس کے بعد دوسرے سخن گریز کی طرف ہے اور
 چالیسویں شعر میں حضورؐ کی بارگاہ رسالت کا انداز اس بیچ پر ہے لہ
 فقد اتيت رسول الله معتزلاً والعذرة عند رسول الله مقبول

لہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاگرد کے لیے بھی مستحسن ہے کہ وہ تشبیہ قصیدہ میں دیار
 حجاز، اس کے مقامات، ساکنان حجاز کی محبت، ان سے اشتیاق ملاقات کا ذکر ماچشم نم
 کرے۔ سوار یوں، سیر اور چشموں کی تعریف کرے، ابر و برق اور سرزمین حجاز سے آنے والے
 جھونکوں کو سر لے۔ ان کے برقرار رہنے کی دُعا مانگے، دیار مقدس کی آبادی و شادابی
 کا خواستگار رہے اور اس قسم کے دوسرے امور کا تذکرہ پھیرے۔
 لہ پس میں خود بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں معذرت خواہ کی حیثیت سے
 حاضر ہو گیا اور معذرت تو آپ کے ہاں (ہمیشہ) مقبول ہی ہے۔

اس قصیدے کی تشبیہ پر غلام نہانی علیہ الرحمۃ کا تبصرہ قابلِ ہزار تحسین و آفرین ہے :

لہ اما قصیدۃ بانث سعادتی اتخذت دلیلاً لعیض من
سلك هذا المسلك واستحسنه وهو في نفسه غير
حسن ففی لا تصلح دلیلاً لذلك لان ناظمیہ کعب بن زہیر
رضی اللہ عنہ کان قبل اسلامہ شاعرًا جاهلیتًا فنظمها علی
طریقہتہم قبل ان یجتمع بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ویسلمہ
علی یدیه ویعرف آداب الاسلام ویبدل علی
ما قلته انہ رضی اللہ عنہ لم یحصل منہ مثل هذا التشیب
بعد اسلامہ ولا من بعد من شعره والنبی صلی اللہ
علیہ وسلم کحسان وعبد اللہ بن رواحہ وکعب بن مالک
وغیرہم من شعراء الصحابة رضی اللہ عنہم في معتدلة
شعر مدحوا به النبي صلی اللہ علیہ وسلم الا مع قرب
عهدہم في الجاهلیة وعزائدها اما بعد ذلك
فلم یرو عن احد منهم شیء من هذا القبیل وكيف یكون وهم
ادوا للناس عقولا واعظم الناس ادبا مع اللہ ورسوله .

سہ ترجمہ : لیکن جو حضرات اس مسلک (جواز تشبیہ) پر چلے اور اسے پسند کیا، (دورانِ حالیکہ) وہ
فی نفسہم پسندیدہ نہیں، انہوں نے قصیدہ بانث سعادۃ کے استدلال کیا۔ انکی یہ دلیل اس اعتبار سے
نا درست ہے کہ اس قصیدے کے ناظم حضرت کعب بن زہیر اسلام لانے سے پہلے دورِ جاہلیت کے شاعر تھے۔ لہذا
انہوں نے اپنے قصیدے کو بارگاہِ اقدس میں حاضری قبول اسلام اور آگاہی آداب اسلام سے پیشتر ہی دور
کے شاعرانہ کی بیخ پر نظم کیا اور یہ امر میرے قول پر دال ہے کہ قبول اسلام کے بعد حضرت کعب بن زہیر
رضی اللہ عنہ کے ہاں اس قسم کی کوئی تشبیہ نہیں ملتی۔ شاعر نے عبد بن زہیر شلاحان بن ثابت، عبد اللہ
بن رواحہ، کعب بن مالک اور دیگر شعراء صحابہؓ نے جو قصائد آپ کی شانِ اقدس میں لکھے ہیں، ان کے
آثار میں بھی اس قبیل کی کوئی چیز مبروی نہیں باوصفیکہ ان کا عہد جاہلیت اور اس کے اطوار کے قریب
انقدر لائق تھے۔



ان اشکالات کو رفع کرنے کے بعد ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے علامہ نہانی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ مجھے ان شرار کے قصائد کو، جن کے آغاز میں مضامین تشبیہ تھے، اپنے مجموعے میں شامل کرنا بے حد ناگوار محسوس ہوا؛ دراصل میں اس مقام ملامت میں ان کا شریک و سہم بننا نہیں چاہتا تھا۔ پھر خیال آیا کہ ان پر شاعرانہ صنعت گری کا غلبہ ہوا، اس میں ان کا سوہ ارادہ اور فسادِ نیت شامل نہیں۔ لہذا میں نے ارادہ سابقہ سے رجوع کیا اور ان کے کلام کو شامل مجموعہ کر لیا۔ اس سہولت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہانی کی ارادتِ باطن اور اخلاصِ مندی ملاحظہ فرمائیں؛ داخل تھاغف ہذہ المجموعۃ کتیبہا راجیاً من اللہ تعالیٰ ثم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم العفو عتی وعنتہ والقبول متی ومنہ ۱۵

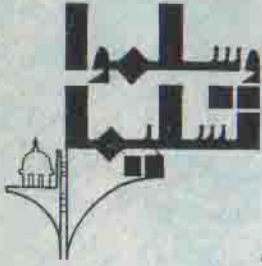
بہر حال شاعر پر اس امر کا التزام واجب ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت و شان، بارگاہِ نبوی کے آداب اور لغت کے مثالی مقتضیات کو ہر آن پیشِ نظر رکھے۔ ہر اس قسم کے تذکرے سے احتراز کرے، جو شاربِ علیہ السلام کے پسندِ خاطر نہ ہو؛ فرضی محبوب کے خدو و حال، رخسار و گیسو، ناز و انداز، شراب و شاد و مینا و ساغر اور خمریات کو منظوم نہ کرے کہ ان مضامین کے جامع اظہار کے لیے غزل ایک علیحدہ صنفِ سخن کی حیثیت سے موجود ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدسہ لازوال مرکزِ عنایات ہے، جس سے حمن درباقی کا طلبگار ہے، عشقِ فدائاری کا خواستگار ہے اور خردگو بانی کی خیرات مانگتی ہے۔ جہاں نیاز سرفراز ہے، وارفتگی دم بخود ہے اور جنوں ساکت و مدہوش ہے۔ اب خدا لگتی کیسے؛

تھا اور ایسا ہوتا بھی کیونکہ وہ لوگوں سے بڑھ کر دانشمند تھے اور خدا و رسول کے آداب کی بجا آوری میں دوسرے انسانوں کی نسبت عظیم تھے۔

۱۵ تخفیف اُردو مقدمہ! المجموعۃ البنیانیہ صفحہ ۱۲-۱۵

۱۵ ترجمہ صفحہ ۱۵، مقدمہ مذکورہ

اور میں نے حاملِ تشبیہ قصائد کو بھی دوسرے قصائد کی طرح اس مجموعے میں شامل کر دیا! اللہ تعالیٰ کی جناب اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے اپنے ارادان کے لیے عفو و قبول کا امیدوار رہوں۔



کیا مشترکاتہ رسوم کا ذکر، گوپیوں کے اطوار کا تذکرہ اور سلسلہ سطاغوت کا طومار،
 محامد نبویہ کے بیان میں حضورِ نوحی مرتبتِ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و رضا کا موجب
 ہو سکتا ہے یا اس سے مقاماتِ سیرتِ نبوی کے ابلاغ کا کوئی پہلو نکلتا ہے، جبکہ
 وان اللہ باری من المشرقین ورسولہ کی واضح نص قرآنی موجود ہو۔
 اکابرِ متقدمین سخن نے شوری یا لاشوری طور پر پیکس آدابِ نبویہ اس قسم کے
 ترہات سے اجتناب کیا ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر خاقانی کے تعلقہ قصائد کے آغاز
 میں معارفِ ربانینہ منظوم ہیں، جن کے بعد تعلقہ مضامین کا سلسلہ بے پناہ عقیدت و
 ارادت سے لبریز ہے اور لوائحِ اسوۃ مبارکہ ایساں افزوی کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے
 ایک قصیدے کا مطلع ہے یہ

اے بیخِ نوبہ کو فتنہ درِ دارِ ملکِ لا

لا در چہار باشِ وحدت کشف ترا،

پہر تعلقہ مضامین کی شان دیکھیے یہ

چوں تویتِ نبوتِ اود در عرب زوند

از جودی و احد صلوات آمدش صدا

اے ہمتناز، سستی ذاتِ تو عاریت

خاقانی از عطائے تو ہست آیتِ ثنا

ذکرِ شبِ مولج اس طرح ہے یہ

روحانیاں شگفتِ عطری بسوختند

وز عطر ہا مسدس عالم شدہ کلا

خلفائے راشدین علیہم الرضوان کا ذکرِ پاک، نبوت و ولایت کے لطیف رابطے کے ساتھ

کس نورانیتِ باطن سے کیا ہے۔ رحمتِ باری سے بعید نہیں کہ وہ شاعر کو اس شعر کے

لطیف سندِ مغفرت عطا کر دے یہ

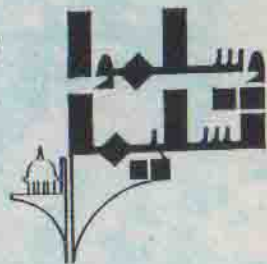
ہر چار، چار حد بنائے پیمبری

ہر چار، چار عنصرِ ادواحِ اولیا

اسی طرح عربی شیرازی کا شہید تعلقہ قصائد میں امتیازی مقام کا حامل ہے؛ اس کا

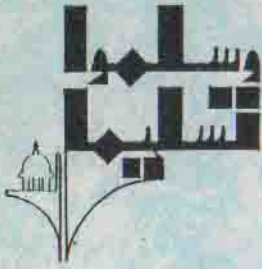
ابتدائیہ بھی اکثر دہ بیشتر متصوفانہ مضامین پر مشتمل ہے۔ اس قصیدے کے دو شعر تبرکاً
ہریرے تاریخین میں سے

شہنشاہ ہے کہ فرساتان بزم ادبہ صدمنت
ہر فرق عرش می ریزند خاک فرش ایرانش
شہنشاہ ہے کہ ہست از غایت درویشی و ہمت
وجود خود فراموش و عنہم عالم فرادانش



معارف نگاری اور لطافت آفرینی میں میرزا بیدل کا کوئی حریف نہیں؛ وہ اس
میدان میں یکتا ہے۔ حقائق و سلمات عالم اس کے آئینہ قلب پر جلوہ ریز ہیں۔
نعت میں اس کا رایتیہ اول سے آخر تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کی والہانہ
دائستگی اور لازوال عقیدت کا عظیم شاہکار ہے؛ کوئی شعر اور کوئی ترکیب آداب نبویہ
سے معارض نہیں۔ نعت میں یہی مثالی اسلوبِ نظم ہے، جو قابلِ تقلید ہے اور نونہلان
نسل جدید سے اس کی اقتدا کا التماس ہے۔

نعت نگاری کی مذکورہ بالا پاکیزہ اور وسیع اقدار پر مشتمل حفیظ تائب کا دوسرا مجموعہ
نعت اردو نعت شہود پر آ رہا ہے۔ اس صحیفہ ارادت میں نقش اول کی ارتقائی ہمت
مخوبی نظر آتی ہے۔ حفیظ تائب کی نعتیہ شاعری مختلف ادوار کو محیط ہے۔ یہ مسلم ہے
کہ فطرت خود بخود دلالے کی خابندی کرتی ہے؛ اس کے مصداق مواہب لائینی نے اسے
نعت نگاری کے لیے منتخب کیا۔ آج سے کوئی چھپن برس پہلے اس نے عالم امکان میں قدم
رکھا۔ جب اس کا شعور کسی حد تک گردرپیش کے ادراک پر قادر ہوا تو گھر کی فضا درود
سلام کے ملکوتی انوار سے معمور تھی، جس کے نتیجے میں ہمارے شاعر نے بھی تعلیم کے ابتدائی
دور میں نعت خوانی سے تسکین قلب حاصل کی اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
سامعہ نوازی کا سماں مہیا کیا۔ ۱۹۴۷ء میں میٹرک پاس کیا تو نعت خوانی کے آہنگ کو
نعت گوئی کی لطافتوں میں ڈھلنے ہوئے محسوس کیا، ہر چند کہ خارج میں نعتیہ شاعری کے
ذرائع ابلاغ و مساز نہ تھے؛ نعت گو حضرات اور متغزلین علیحدہ علیحدہ تھے۔ ادبی رسالے
جرائم میں نعتیہ کلام نہیں چھپتا تھا۔ ایک رسالہ 'مسلمہ' مدرسہ البنات ایک روڈ سے نکلتا
تھا، جس میں حفیظ تائب کی نعت ہر ماہ باقاعدگی سے چھپتی تھی۔ اس رسالے میں



علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا ایک قطعہ ہمارے شاعر کی نظر سے گزرا، جس پر اس نے
تانیہ بدل کر طبع آزمائی کی اور ۱۹۳۹ء میں اس کی پہلی نعت رسالہ مفکورہ میں چھپی،
اس لمحے درد شاعر حسب ذیل میں ہے

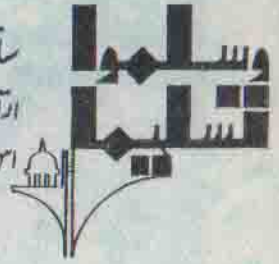
نظامِ دہر تیرے دم سے قائم
رگِ قدرت کا سوزِ دساز ہے تو
نہیں عقل و غرور کو دخل جس میں
وہ سر بستہ جہانِ راز ہے تو

۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۰ء تک اخبارات کے میلاد النبی اور معراج النبی ایڈیشنوں میں
حفیظ تائب کی نعتیں چھپتی رہیں۔ ۱۹۶۱ء میں اخبارات نے جب اسلامی صفحات کی
بالا التزام اشاعت شروع کی تو حفیظ تائب کی نعتیں ”امروز“ کی اشاعت اسلام اور
”نوائے دقت“ کی اشاعت ملی میں باقاعدگی کے ساتھ شائع ہونا شروع ہوئیں۔
خاص تقریبات پر اس کی نعتیں ملک بھر کے اخبارات و جرائد میں شامل ہوتی تھیں۔
کالج کے تعلیمی دور میں حفیظ تائب سائنس کا طالب علم رہا، ۱۹۴۹ء سے
۱۹۷۹ء تک شعبہ برقیات اور واپڈا سے پہلے ملازمت دہائی رہی، مگر نعت گوئی کا شغف
پردان چڑھتا رہا۔ واپڈا کی ملازمت کے ابتدائی دور میں ادبی دنیا، اور ادب
لطیف، میں اس کی غزلیات بھی چھپیں۔

حفیظ تائب کی زندگی کے احوال و آثار، شاعرانہ محاسن اور کردار کی دیگر
غظتوں کا تجزیہ بنظرِ فائر کیا جاتے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اللہ رب العزت
نے جن احوال کو کوئی خصوصی جوہر و دیوت کیا ہو، خارجی عوامل کا گرد و غبار اس کی
تائید کی اور معافی نہیں چھین سکتا۔ وہ جوہر جس دقت بھی جلوہ سامانی کرتا ہے، بھرپور
طور پر اپنی کرنوں سے اطراف و اکنافِ عالم کو متورک کر دیتا ہے۔ ہر چشم بینا اس کی
تئیر کا اعتراف کرتی ہے اور ہر دل بیدار اس کی تجلیات کے ادراک کا ارادہ
کرتا ہے؛ فطرتِ الہیہ ہر آن اور ہر لمحہ اس کی تربیت کرتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ

ساتنس کی تعلیم اور داڑھی کی ملازمت ہمارے شاعر کی نعت گوئی اور اس ارتقا میں کبھی حال نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے کس نفاست سے اس مقام کو نظم فرمایا ہے

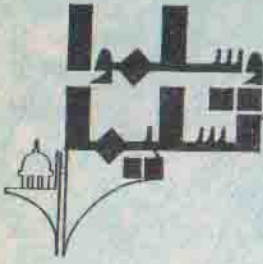
وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نیتان کے واسطے پیدا



اس سے بڑھ کر یہ کہنا ہے جانہ ہو گا کہ دشواریوں کے سیل اور موانع کی تندی نے حقیقتاً تب کے عزم صمیم کے لیے مہمیز کا کام کیا۔ نعتیہ اشعار لکھتے وقت اس کا انتخاب الفاظ قابل ہنر و تہمین ہے۔ اس کا فکر سا ہر لمحہ اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین کو اپنے دامن میں میٹاتا ہے۔ وہ میرت نبوی کی کتب کا مطالعہ کرتا ہے اور اس مطالعے سے اکتساب فیض کے بعد نعت لکھتا ہے۔ عربی کے مشہور مصنف شاعر ابن الفارض کی طرح مدت مدید تک نعت کی ترکیب اور اس کے غوامض میں متفرق رہتا ہے۔ مدت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر ناپید اکنار کی یہ خواہی اس کی روح کو سرشار رکھتی ہے اور بالآخر گہرے معنی اشعار کے پیکر میں ڈھل جاتے ہیں۔ اس کے شعور میں جو پاس آداب نبوی ہے، قابل صدا احترام ہے کہ اس نے شاعر کے لاشعور کو بھی آئینہ خانہ نعت بنا دیا ہے۔

اس کے نعتیہ کلام کی ردیفیں اکثر و بیشتر سبحان اللہ، اللہ اکبر، ماشاء اللہ، الحمد للہ، اللہ الصمد، خیر البشر، خیر الانبیاء، سید الوری، سید المرسلین، سید عالم، سید کئی مدنی، شہداء ابرار، شہداء عرب، شہداء امم، خواجہ لولاک، ہادی برحق، صلی علی، صلی اللہ علیہ وسلم، احمد مختار، احمد مرسل، رسول ہاشمی، رسول اکرم، رحمۃ اللعالمین اور گنبد خضرا ہیں۔ ردیفوں کا یہ سلسلہ الذہب اس کی پاکیزگی قلب اور جناب فریب وجود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارادت باطن پر دال ہے۔

ردیف سے قوافی کی ہم آہنگی اس کی ایسی امتیازی شان ہے، جس کے باعث وہ محاصرین میں مکتا ہے۔ قافیہ و ردیف کے اس جمیل و روانہ کی اصل کلایکی شہزاد کے کلام میں نظر آتی ہے۔ فن شاعری پر کامل دستگاہ رکھنے والا شاعر ہی اس کا صحیح حق ادا کر سکتا ہے کہ اس میں لطافتِ مضمون کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ہر ایہ بیان



کو تصنع سے بچانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ فارسی کے شہرہ آفاق شاعر جلال شیرازی
رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بھرپور کیف انگیزی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ بطور مثال

راہے بزن کہ آہے برساز آں تو اں زد
مشرے بخواں کہ باؤرطل گراں تو اں زد

اے صبا نکلتے از خاکِ دریاں بسیار
بیراندہ دل و مژدہ دلدار بسیار

دوش آگہی زیارِ سفند کردہ داد باد
من نیز دل بسا و وہم، ہرچہ باد باد

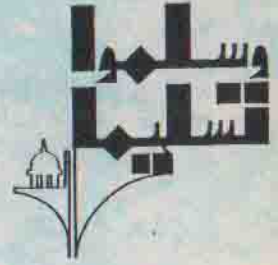
یہ التزام، کہ سرسبز مہبت ربانی ہے، حسیظ ثابت کی اکثر لغتوں میں موجود
ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ قافیہ و ردیف کی یہ ہم آہنگی و یک رنگی اس کے فکر سخن کا
جزو لاینفک بن گئی ہے۔ کچھ اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ اس میں کردار شاعر کی
مربوط کیفیات کا انکاس ہے اور اسالیب حیات میں اس کی ایک جہتی و یک رنگی
کا عمل دخل ہے۔ مثلاً نمونہ از فردا رے کے تحت اس کی چند لغتوں کے مطلع ملاحظہ
فرمائیں

یکتا ہے ترا طرزِ عمل، اچھو مُرسل،
اسے سرورِ دین، نورِ ازل اچھو مُرسل

آپ ہیں طہرائے آیاتِ ظہور آقا حضور
آپ ہیں بلجائے ساعاتِ نشور آقا حضور

مزانجِ زندگی ہے سخت برہم سید عالم
دگرگوں ہیں بہت احوالِ عالم، سید عالم

حالِ زارِ من بر میں اے رحمتہ للعالمین
بہر ربِّ العلیین اے رحمتہ للعالمین



دنیائے دل ہے زبرد زبرد سید البشر
ہم بے کسوں کی نیچے خم سید البشر

محبوبِ کرگار ہیں آقائے نامدار
بنیوں کے تاجدار ہیں آقائے نامدار

اس کے اکثر مضامین نعتِ قرآن و حدیث سے مستفاد ہیں، جب کہ بعض مقامات پر آیاتِ الہیہ اور ارشاداتِ نبویہ کا براہِ راست ترجمہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس کے افکار و خیالات کی رُوحِ افراذ اُمت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کی تبلیغ ہے اور یہی اس کا پیغام ہے، جسے وہ اُردو اور پنجابی شاعری کی دساطت سے نہیں پہنچانا چاہتا ہے، اُس نے اتنائے نعتِ بعض جگہ طویل بجزور میں مختصر ردیفوں کو استعمال کیا ہے اور کئی مقامات پر قدماتے فن کی پیردی میں لمبی ردیفیں بھی استعمال کی ہیں۔ حکیم مومن خاں مومن مرحوم کی ایک مشہور غزل کا مصرع اس طرح ہے

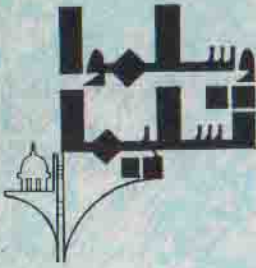
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اس کے قوافی آشا، جفا و خیرہ ہیں اور لہجہ کا ٹکڑا ردیف ہے جو خاصا طویل ہے۔ اب ہمارے شاعر کی ایک نعت کا مطلع ملاحظہ فرمائیں

دیارِ محبوب کے مسافر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

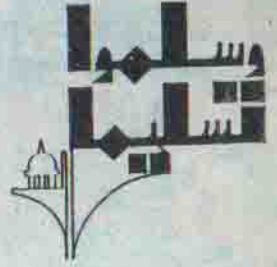
جو دکھنا دل گشتِ مناظر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

پیشِ نظر مجموعہ میں نعتیہ منظومات کا ایک ایمان افروز سلسلہ بھی نظر آتا ہے، جو سیرتِ پاک کے خصوصی موضوعات پر مشتمل ہے۔ یہ سررشتہ سخن شاعر کے تسلسلِ فکر اور ماہرانہ جزئیاتِ نگاری پر دال ہے۔ ان میں ایک تزییح بند بھی ہے، جس



کا عنوان ”آیاتِ رحمت“ ہے۔ اس میں قرآنِ حکیم، سنتِ نبوی اور سیرتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر اظہارِ خیال ہے۔ میلادِ النبی و ولادتِ باسعادتِ خلوص و نیازمندی کے جذبات سے لبریز نظیں ہیں۔ سائیکہ ہمتزاد، مثلث غیر مردوف اور آزاد کلام بھی شامل مجموعہ ہے۔

اس کی شاعری کا ایک خصوصی مقام، جو معارفِ ربانیہ کی رُوح ہے، عسکری اُمتِ مرحوم ہے۔ وہ بارگاہِ جنابِ رسالتِ صلی اللہ علیہ وسلم میں اُمت کی زبوں حالی کا تذکرہ کرتا ہے اور آپ کی چشمِ انفتاح کا طلب گار ہے۔ یہ ایمان کی صداقت اور دردمندیِ باطن کا نقطہ عروج ہے، جہاں فرد ذاتی رنج و الم کو اُمت کے دردِ کرب میں مدغم دیکھتا اور اس کی چارہ سازی چاہتا ہے۔ اس مرتبہ دشان کا اختصاص جنابِ شیخ المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر و اقدس کے ساتھ ہے کہ آپ ہر آن بارگاہِ صدیقیت میں مغفرتِ اُمت کی دُعا فرماتے رہے۔ اس اعتبار سے یہ شانِ جلیلِ مسنونِ ٹھہری ہے اور افرادِ اُمت کے قلوب بھی اس غنچاوری کے جذبات سے سرشار ہیں۔ نعت کا یہ مقام بے حد نازک ہے بقولِ حالی ”یاں جنبش لب خارج از آہنگ خطا ہے“ مگر بحمدِ اللہ تعالیٰ اس لطیف صورتِ حال میں ہمارے شاعر کا لہجہ نہایت مدہم۔ الفاظِ دامنِ انکسار میں لپٹے ہوئے، فکرِ مودب تراور اندازِ زبانِ زیادہ نیاز مندانه ہے۔ ہر مخلص کلمہ گو حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں فنا کا آرزو مند ہے، مگر اُس پر یہ کرم ہے کہ وہ اتباع میں فانی ہونے کے بعد اُس کے ساتھ باقی ہے۔ حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مبارکہ اس کے افکار کا مرکز و محور ہے؛ آپ کی سیرتِ پاک کے ہمہ گیر اور ہمہ جہت پہلوؤں پر اس نے نہایت حقیقت کے ساتھ اظہارِ خیال کیا ہے اور اس کے مختلف گوشوں سے لطیف اور دقیق مضامین کا استنباط کیا ہے۔ فی الجملہ یہ کہ ایک قاری کی رُوح ان مقامات سے تلمذ ہونے کے بعد فکر و عمل کو حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مبارکہ کے قالب میں ڈھانے کی ترغیب دیتی ہے۔ یہی ہمارے شاعر کا منشا ہے جس میں وہ سرفراز کامراں ہے۔ اسے سہل متعقّب قسم کی بجز پر ماہرانہ دسترس حاصل ہے۔ مزید برآں اس کی

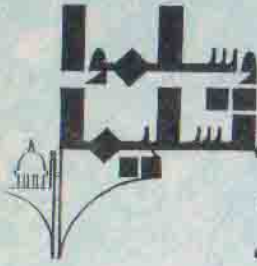


نعتیہ شاعری میں بحور کے خاص تجربے بھی شامل ہیں، جو اس کی انفرادیت پر
 وال ہیں۔ — سہی حرفی پنجابی ادب کی معروف صنف سخن ہے، جس کا ہر بند کئی
 مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر مصرعے کو بالترتیب حرفِ تہجی سے شروع کیا جاتا
 ہے۔ اسے اُردو میں بیاں طور اپنایا ہے کہ حرفِ تہجی ہر بند کے آخر میں قافیہ یا
 ردیف کی صورت دُر آتے ہیں؛ یہ ایک گراں بہا اضافہ ہے، جسے ہم اولیاتِ حفیظ
 تائب میں شمار کرتے ہیں۔ — میر وارث شاہ کی بحر کو اُردو میں استعمال کیا ہے۔ اس کے
 علاوہ پیلو اور حافظ بنخورد اور مرحوم کے منظوم قصے مرزا صاحبان کی بحر کو اُردو کا پیکر
 بختا ہے۔ اس قصے کی بحر کے دو تغیرات میں سے صرف ایک تغیر کا انتخاب کیا
 ہے، جو اُردو شاعری کے مزاج اور اس کی روانی کے عین مطابق ہے۔ اس
 طرح اُردو شاعری میں ایک شائستہ، نفیس اور دلکش بحر کا اضافہ

کیا ہے، نمونے کے طور پر مطلع ہی کو ملاحظہ فرمائیں۔

مرکز میرے فکر کا وہ کئی مجوٹے — فطرت کی رعنائیاں ہیں جس کو سنبھوٹ

اُردو شاعری کی طرح، پنجابی شاعری میں بھی حفیظ تائب کا نبوغ بھر پور
 عظمت کے ساتھ نمایاں ہے۔ اُس نے پنجابی نعتیہ شاعری میں اُردو شاعری کی
 بحر کو فنکارانہ ہمارت سے استعمال کیا ہے۔ اس رنگ کو سب سے پہلے حضرت
 پیر فضل گجراتی مرحوم نے پنجابی غزل میں استعمال کیا تھا، جبکہ نعتیہ شاعری میں اُسے
 حفیظ تائب نے جگہ دی ہے۔ اُس کی پنجابی نعت کے موضوعات بھی اُردو نعتیہ
 کلام کے مماثل ہیں۔ عام مددک اشیاء کی تجسیم اور محسوسات کی تشکیل اس کی نعتیہ
 شاعری کے عمومی مختصات ہیں، فرادانی جذبہ، روانی فکر کا امتزاج ہر جگہ موجود ہے۔
 اس اجمال کی تفصیل آپ کو حفیظ تائب کے بارہ ماہ پنجابی کے شہ پارے میں ملے
 گی، جس میں ہمارے شاعر نے شعرائے متقدمین کی روش کے برعکس ہندی مہینوں
 کی بجائے قری مہینوں کا انتخاب کیا ہے، اس انتخاب پر ایک نہایت ہی عظیم الشان
 اور بدیع التزام بطور استناد بھی ہے۔ وہ یہ کہ ہر ماہ کے ساتھ سیرت مبارکہ کی جس
 خصوصی شان کا انتخاب ہے، اُسے نظم کیا ہے۔ مثال کے طور پر ماہِ ربیع الاول
 میں آپ کی ولادتِ باسعادت رجب میں معراج شریف، ماہِ رمضان المبارک میں



خیر و برکتِ رمضان اور جنگِ بدر، ذیقعد میں صلح حدیبیہ اور ذوالحجہ میں آپ کا بے مثال خطاب اشعار کے قالب میں جمویا ہے۔ تذکارِ سیرت کا یہ انداز کس قدر جامع اور بلیغ ہے کہ ایک قاری سیرت مبارکہ کے واقعات اور آپ کے ارشادات سے دیدہ و دل متورکڑتا چلا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اتنی عظیم موجودات کا جذبہ ایک لافانی قوت بن کر ابھرتا ہے؛ من حیث المجموع یہی رنگ اس کی فقیہ شاعری کے دیگر شہ پاروں کا ہے۔

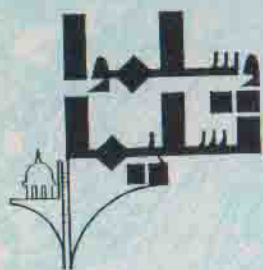
جناب احمد ندیم قاسمی نے اپنے مضمون بعنوان ”حفیظ تائب کا فنِ نعت گوئی“ میں لکھا ہے کہ ”اس حقیقت کو اب تمام اہل فن کے ذہنوں پر آفتاب بن کر طلوع ہونا چاہیے کہ حفیظ تائب ہی نے اردو اور پنجابی نعت گوئی کو حیاتِ نو بخشی ہے اور ہم سب جو کبھی کبھار نعتیں کہہ لیتے ہیں، دراصل اس کے مقلد ہیں!“ (برقاب نومبر ۱۹۷۶ء، صفحہ ۸) محترم قاسمی صاحب ٹیلیوژن اور ریڈیو کے کئی مذاکرے میں اسے پاکستان کا سب سے بڑا نعت گو قرار دے چکے ہیں۔ فقیران تبصروں کا تہِ دل سے قدر دان و موید ہے اور کسی جھجک کے بغیر یہ تحریر کرنے میں ہنر و افتخار محسوس کرتا ہے کہ حفیظ تائب عہدِ آفریں نعت نگار ہے اور نعت گوئی کے فروغ و ارتقاء میں اس کا اہم ترین حصہ ہے۔

مولا کریم بھرمیت حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس کے فکر کو ابلاغِ محالہ نبویہ کے لیے جلاتے مزید بخشے، اس کے عمل کو لکھتے بخشے اور اسے داریں میں خدمتِ نعت کی جزائے خیر عطا فرماتے، آمین۔

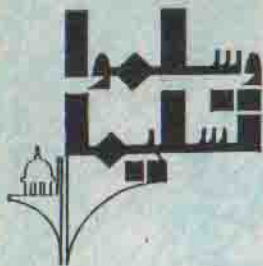
حافظ محمد فضل فقیر

آستانہ قادریہ، عقب کوٹ عبداللہ

ضلع کشمورہ



حمد و مناجات



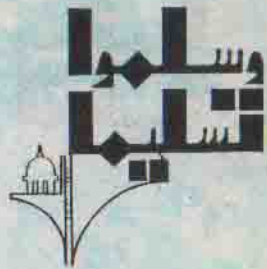
جو اسم ذات ہویدا ہوا سرِ قرطاس
ہوا خیالِ منور، مک گیا احساس

اُسی کے منکر میں گمُ م ہے کائناتِ وجود
اُسی کے ذکر کی صورت ہے نغمہٴ انفاس

اُسی کے اذن سے ہے کاروانِ نیستیاں
اُسی کے حکم پہ غیبِ شہود کی ہے اساس

اگر ہیں نعمتیں اُس کی شمار سے باہر
تو حکمتیں بھی ہیں اس کی درائے عقل و قیاس

ہے ارتباطِ عناصر اُسی کی قدرت سے
اُسی کے لطف سے قائم ہے اہلِ حواس



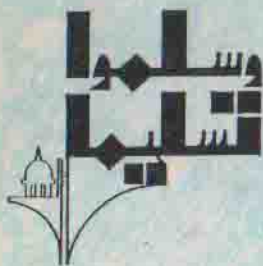
کیے خلا میں معلق ثوابت و سید
بغیر چوب کیا خیمہ فلک کو اس

بسا ہوا وہ رگ و پے میں کائنات کے ہے
کچھ اس طرح سے گلوں میں نہاں ہو جیسے باس

ہر ایک مومن و منکر کا ہے وہ رزق رساں
ہر ایک بکیس و درماندہ کا ہے قدر شناس

بڑھائی اُس نے زن و آدمی کی یوں توقیر
انھیں بنایا گیا ایک دوسرے کا لباس

مجھے شریک کرے کاش ایسے بندوں میں
جنھیں نہ خوف و خطر ہے کوئی نہ رنج و ہراس



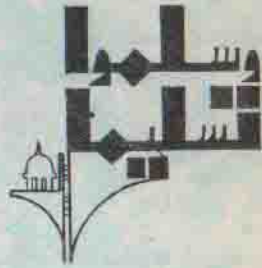
اُٹھاکے ہاتھ اُسی کو پکارتا ہوں میں
مقام جس کا ہے میری رگِ حیاتِ کچے پاس

کیا یہ خاص کرم اس نے نوعِ انساں پر
بنا دیا جو حبیبِ اپنِ نغمگارِ انساں

حبیبِ وہ جو بنا کائنات کا نواشاہ
رسولِ وہ جو ہوا اس کی شان کا عکاس

حبیبِ وہ جو محمدؐ بھی ہے تو احمدؑ بھی
سکھا گیا جو خدائی کو حمد و شکر و سپاس

نبیؐ وہ جس کے لیے محفلِ زمانہ رکا
نبیؐ وہ جس نے کیا لامکان میں اجلاس



کتاب اُس پہ اتاری تو وہ کتابِ مبین
جو نورِ رشد و ہدایت ہے، قاطع و سواس

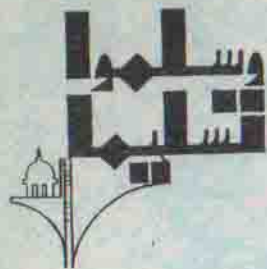
اُسی نے مدحِ رسالتِ مآب کی خاطر
ویا گداز لب و لہجہ کو، زباں کو مٹھاس

کرم ہو شامل حال اُس کا تو ہے اک نعمت
وگرنہ کربِ مسلسل، طبیعتِ حساس

کوئی قریب سے کتاب ہے میں ہوں تیرے ساتھ
ہجومِ غم میں کسی وقت بھی جو دل ہو اُس

تسلیاں مجھے ہر آن کوئی دیتا ہے
نہ کر سکیں گے ہر اسان مجھے کبھی غم و یاس

عجیب ذکرِ الہی میں ہے اثرِ تائب
مٹائے زیست کی تمنی، بھٹائے روح کی پیاس



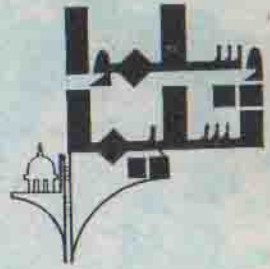
حسد کب آدمی کے بس میں ہے
ایک حسرت نفس نفس میں ہے

منکر کیا سوچ کر ہے بال کث
جس کی پرواز ہی نفس میں ہے

دو جہاں جس کے تابع فرماں
کب کسی کی وہ دسترس میں ہے

ہے بقا اس کی ذات کو شایاں
جلوہ فرما وہ پیش و پس میں ہے

اس کی موجِ کرم سے ہی تائب
زیست کی لہر خار و خس میں ہے

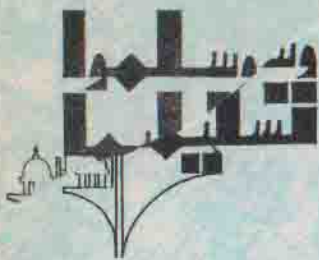


زباں پر ہے نام اُس حیات آفریں کا
جو تہہ ہے روزی رساں عالمیں کا

وہ رب المشرق ، وہ رب المغرب
وہی نور ہے آسمان و زمیں کا

تجیات زیب اُسی کے لیے ہیں
جو فرماں روا ہے یسار دیمیں کا

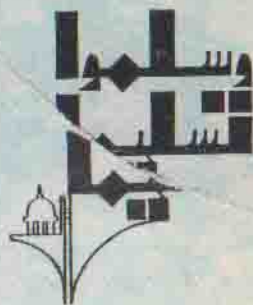
وہی ظلمتوں میں دکھاتا ہے راہیں
سہارا وہی قلبِ اندوہ گیس کا



پھاڑوں کو روئیدگی اُس نے بخشی
ہر اے شجر اُس سے جانِ عزیز کا

ہے اکھمد ایمان کا حرفِ اول
یہی تو ہے سررشتہ یائے یقین کا

رسول اور نبی بھیج کر اس نے تائب
دیا درس دنیا کو توقیرِ دین کا



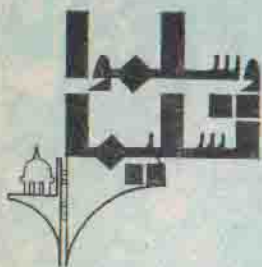
الہی! شاد ہوں میں تیرے آگے ہاتھ پھیلا کر
 مری اس کیفیت کو اپنی رحمت سے پذیرا کر

بھٹکتی آنکھ کو مرکوز فرما صبغۃ اللہ پر
 دل بے تاب کو خوشبوئے نسیم سے شکیبا کر

مری بھیگی ہوئی پلکیں مخاطب ہیں تو بس تجھ سے
 مری تقدیر کے تاریک غاروں میں اجالا کر

مرے چاروں طرف سے، رقص و حشرت روکے اس کو
 مرے اندر جو دشمن بڑھ رہا ہے اس کو سپا کر

رسولِ پاک کے رستے سے ہٹ کر خوار ہے امت
 امین اس کو فلاح و خیر کا پھر سے خدا یا کر

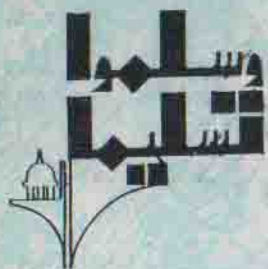


فروغِ قندار پیغمبر کا ہو پھر سے زمانے میں
پریشاں آدمیت پر کرم کا باب پھر وا کر

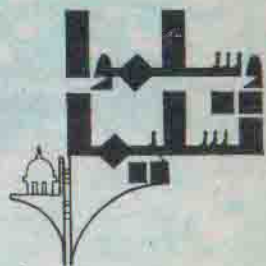
دُعائے سید سادات سینے میں فروزاں ہے
حسین کر دے مری دنیا، حسین ترمیری عقبا کر

ترے محبوب کی توصیف میں لکھے لٹا ہوں میں
بہاراں آشنا یا رب ہری سوچوں کا صحر اکر

ذوالِ آمادہ ہیں ہر چند اعصاب و قوی پھر بھی
جو ال رکھ میرے جذبوں کو مری لفظوں کو اجلا کر



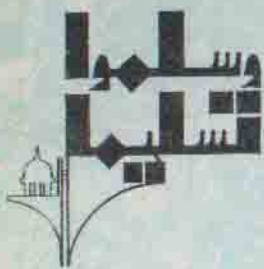
درود و سلام



بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلّوا علیہ و آلہ

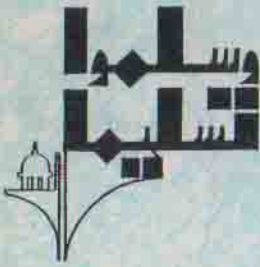
ترجمہ :

ہوئے کمال سے اپنے وہ فائزِ رفعت
چھٹی جمال سے اُن کے تمام ظلمتِ شب
خصائل اُن کے سبھی خوب اور پسندیدہ
دُرود بھیجیں نبی پر اور اُن کی آل پر سب



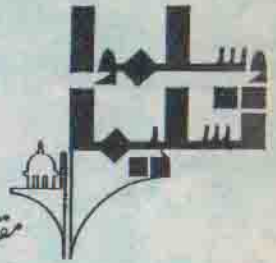
سی حرفی زمرہ درود

سی حرفی، پنجابی شاعری کی مشہور صنف ہے، جس کا ہر بند بالترتیب الف سے یا تک کے حروف تہجی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اس صنف کو اردو میں یوں اختیار کیا گیا ہے کہ حروف تہجی بند کے آخر میں بطور ردیف آتے ہیں اور یوں اس نظم کو سی حرفی زمرہ درود یا "دیوان درود" کہا جاسکتا ہے۔



نامِ خدا سے سلسلا
 زمزمہ درود کا
 منزل ذات کا پتا
 نور و ظہور مصطفیٰ
 روح و رواں کی ہے صدا
 صلّ علی نبینا
 صلّ علی محمد

جلوہ روئے آنجناب
 ارض و سما کی آب و تاب
 مطلعِ حق کا آفتاب
 آپ کی شرعِ مستطاب
 قدرِ گروہیت نما
 صلّ علی نبینا
 صلّ علی محمد

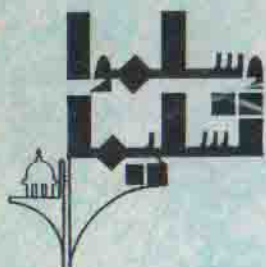


مقصد کن دکاں ہیں آپ
 قابہ مُسلاں ہیں آپ
 نیرِ لامکاں ہیں آپ
 رہبر ہر زماں ہیں آپ
 آپ کا شوقِ دل کشا
 صلّ علی نبینا
 صلّ علی محمد

نوعِ ذکور کے غیاث
 محسنِ طبقہٴ اناث
 خلقِ خدا کے مستغاث
 آپ کا عزم و انبعاث
 مردہ دلوں کا حوصلا
 صلّ علی نبینا
 صلّ علی محمد

آپ ہیں جو ہر حیات
 نورِ نگاہِ کائنات
 پیکرِ جرات و ثبات
 موجبِ راحت و نجات
 فکر و نظر کا منتہا
 صلّ علی نبینا
 صلّ علی محمد

عدل کا اُن کے سر پہ تلج
 عقل و خرد پہ اُن کا راج
 حق نے کہا انھیں سراج
 تا ابد اُن کی احتیاج
 اُن پہ ہیں دو جہاںِ قدا
 صلّ علی نبینا
 صلّ علی محمد



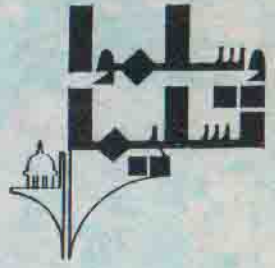
آپ ہیں ضامنِ فلاح
 شاید اوج، انشراح
 آپ نگاہ کی صباح
 آپ ہی دلوں کی راح
 آپ کا ذکر جانفزا
 صلّ علی نبینا
 صلّ علی محمد

آپ کی دلفنوازیاد
 کرتی ہے جسم و جان کو شاد
 دیتی ہے مدح گر کو داد
 بھرتی ہے دامنِ مراد
 آپ ہیں معدنِ عطا
 صلّ علی نبینا
 صلّ علی محمد

زیست کی راہ سنکلاخ
 ان کے کم سے ہے فراخ
 بارور ان سے شاخ شاخ
 مکے ہیں ان سے کنج و کلخ

جن کے سبب طلب لذیذ
 زیست کی تاب تب لذیذ
 تلخی روز و شب لذیذ
 علم و فن و ادب لذیذ
 جن سے قدم قدم ہدی
 صلّ علی نبینا
 صلّ علی محمد

نور ہے ان کا جا بجا
 صلّ علی نبینا
 صلّ علی محمد



مرسل غمخش خبر حضور

خبر و خشک و تر حضور

دہر کے چاہہ گر حضور

حسن ہیں سر بسر حضور

رحمت حق کی آہتا

صلیٰ علیٰ نبینا

صلیٰ علیٰ محمد

جسم پہ صبر کا لباس

ہاتھ میں پرچمِ سپاس

شکر طراز و حق شناس

قصر وجود کی اساس

مہر سپہر ارتقا

صلیٰ علیٰ نبینا

صلیٰ علیٰ محمد

میرِ عجم ، شہِ حجاز

جن پہ کھلا ہر ایک راز

جن کے غلام سرفراز

جن پہ ہے سروری کو ناز

والیٰ کشورِ بستا

صلیٰ علیٰ نبینا

صلیٰ علیٰ محمد

آپ بہارِ عرش و فرش

عزت و وقارِ عرش و فرش

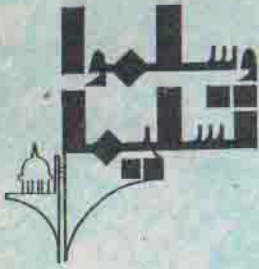
تاب و قرارِ عرش و فرش

دار و مدارِ عرش و فرش

دیدہ و دل کا مدعا

صلیٰ علیٰ نبینا

صلیٰ علیٰ محمد

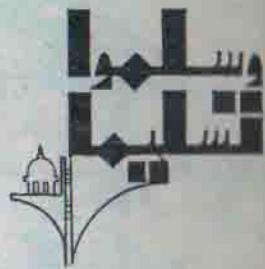


آپ کا ہے پیامِ فاضل
 خلقِ خدا کے نامِ خاص
 آپ کی بزمِ عامِ خاص
 عظمت و احترامِ خاص
 آپ کا مرتبہ جدا
 صلِّ علیٰ نبینا
 صلِّ علیٰ محمد

روح کا اُن سے ارتباط
 باعثِ فرحت و نشاط
 قلب ہے آپ کی رباط
 کم ہے کوئی یہ انبساط
 میرے لبوں پر ہے سدا
 صلِّ علیٰ نبینا
 صلِّ علیٰ محمد

پھیلا ہوا ہے خوانِ فیض
 آتے ہیں طالبانِ فیض
 پاتے ہیں ارمغانِ فیض
 کہتے ہیں داستانِ فیض
 لب پر ہے سب کے مرجا
 صلِّ علیٰ نبینا
 صلِّ علیٰ محمد

عجزِ طبیعتِ حفیظ
 رنگِ محبتِ حفیظ
 شوق و عقیدتِ حفیظ
 عزت و شہرتِ حفیظ
 صدقہ ہے اُس جناب کا
 صلِّ علیٰ نبینا
 صلِّ علیٰ محمد

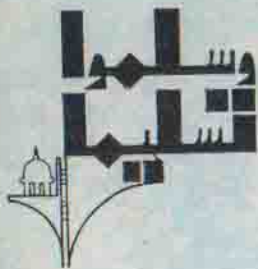


سرورِ دین کا اتباع
ضامنِ اوج و ارتقاع
یورشِ کرب کا دفاع
میری گراں بہا متاع
عشقِ حبیبِ کبریا
صلیٰ علیٰ نبینا
صلیٰ علیٰ محمد

خیر سے ان کا اخصاف
شانِ کرم کا اعتراف
قدرتِ حق کا انکشاف
اتنہ دل کا ہو جو صاف
دیکھیے اُن کو بر ملا
صلیٰ علیٰ نبینا
صلیٰ علیٰ محمد

کنجِ مزار کا چراغ
عشقِ نبی کا داغِ داغ
قلب نہ کیوں ہو باغِ باغ
پائے حرم کا جب سراغ
اتنے نہ لب پہ کیوں صدا
صلیٰ علیٰ نبینا
صلیٰ علیٰ محمد

دہر میں آپ سا رفیق
آپ سا محسنِ شفیق
کوئی معلّمِ خلیق
کوئی بھی صاحبِ طریق
ایا ہے اور نہ آئے گا
صلیٰ علیٰ نبینا
صلیٰ علیٰ محمد

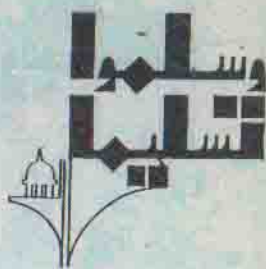


آپ کا فیض لازوال
 آپ کے حسن میں کمال
 آپ کے رعب میں جمال
 لاؤں کہاں سے میں مثال
 کوئی نہیں ہے آپ سا
 صلّ علیٰ نبینا
 صلّ علیٰ محمد

آپ ہیں تابشِ حرم
 آپ ہیں نازشِ امم
 کم تو نہیں یہی کرم
 رہو حق ہیں تازہ دم
 زیرِ لوائے مصطفیٰ
 صلّ علیٰ نبینا
 صلّ علیٰ محمد

دریستیم کی دمک
 پھیلی زمیں سے تانک
 آپ کے دور کی دھنک
 جلوہ نشاں ہے آج تک
 زمرہ پاش ہے ہوا
 صلّ علیٰ نبینا
 صلّ علیٰ محمد

مرح سرا ہے انگ انگ
 بجاتا ہے دل کا جترنگ
 ناپچ اٹھے فضا میں رنگ
 تازہ تازہ ہے انگ
 قافلہ یاد کا چلا
 صلّ علیٰ نبینا
 صلّ علیٰ محمد

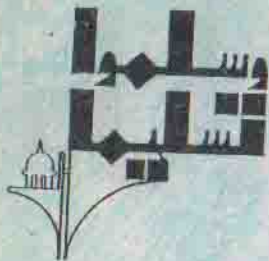


ذکرِ رسولِ راتِ دن
 رکھتا ہے دل کو مطمئن
 جس پہ فدا ہیں انس و جن
 جس کی طلب میں سالِ دس
 کون ہے آپ کے سوا
 صلِّ علیٰ نبینا
 صلِّ علیٰ محمد

شاہِ ام، جہاں پناہ
 جن و بشر کے خیر خواہ
 جھکتے جہاں ہیں مہروماہ
 ہے وہ اٹھی کی بارگاہ
 شاہ بھی ہیں جہاں گدا
 صلِّ علیٰ نبینا
 صلِّ علیٰ محمد

آپ کی دُھوم کو بکو
 آپ کی دھاک سو بکو
 اہلِ زمین کی آہو
 آپ ہیں جانِ آرزو
 آپ ہیں رُوحِ التجا
 صلِّ علیٰ نبینا
 صلِّ علیٰ محمد

پائے حضور چھو کے ہی
 زندگی زندگی ہوئی
 اُن کی زکات آگئی
 قلب و نظر کی روشنی
 اسوۂ سیدِ الوری
 صلِّ علیٰ نبینا
 صلِّ علیٰ محمد



ﷺ

سَلَامٌ

بِحَضْرَةِ سَيِّدِ اِنَامِ

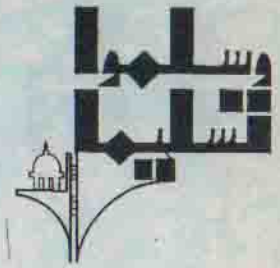
خُلُقِ جن کا ہے بہارِ زندگی اُن پر سلام
نطقِ جن کا ہے مدارِ آگہی اُن پر سلام

ہر گھڑی سانسوں کو مہکاتا ہے جن کا نام پاک
ہے ضمیروں میں بھی جن کی روشنی اُن پر سلام

جن کا اُسوہ حسن و خوبی کا اچھوتا شاہکار
وجہِ قربِ حق ہے جن کی پیروی اُن پر سلام

وہ شہنشاہِ زمن جن کا خزانہ اعتماد
دورِ سمرانی جنھوں نے بیدلی اُن پر سلام

ہر عطاءے ایزدی کی انتہا جن پر ہوئی
ہر زمانے کے لیے جو ہیں نبی اُن پر سلام

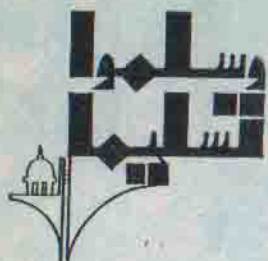


جن کے حق ہیں مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ
 ہاتھ جن کے آبرو ہے حُسن کی اُن پر سلام

جن کے دم سے ہے تسلسل کا عمل آفاق ہیں
 جن کی خاطر گردشوں دوران رُکی اُن پر سلام

جن کے مفتوحہ علاقے ہیں مکانِ لامکاں
 مہر و مہ کرتے ہیں جن کی چاکری اُن پر سلام

فطرتِ معصوم کی ہر تازہ کاری اُن کی نذر
 بھیجتی ہے سازِ دل کی نغمگی اُن پر سلام



صلی اللہ علیہ وسلم

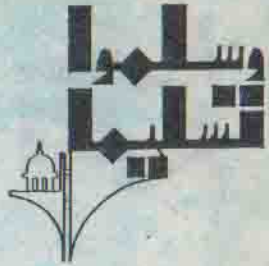
منزلِ ذاتِ کاتبہا رہو صلی اللہ علیہ وسلم
مطالعِ اَدَّ اَدنی کا مسرہ نوصلی اللہ علیہ وسلم

کا ہکشاں نقشِ قدم اُس کے، نصبِ ظلّوں میں علم اُس کے
شمس دستر ہیں اس کے پرتو صلی اللہ علیہ وسلم

منقظِ ارشادِ قدر ہے، وا اس پر ہرین کا ڈر ہے
ملکِ رسالت کا وہ خسرو صلی اللہ علیہ وسلم

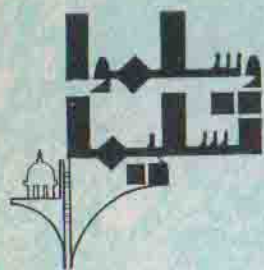
شان اس کی و آدابِ محبت، پہچان اس کی حسنِ اطاعت
عزم اس کا ایک لافانی رو صلی اللہ علیہ وسلم

توقیرِ انساں ٹھہری ہے، تنویرِ امکاں ٹھہری ہے
عصہ حق میں اس کی تنگ و دوصلی اللہ علیہ وسلم

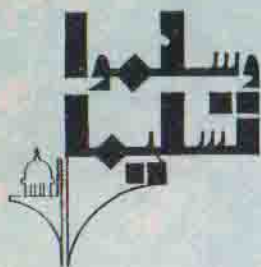


مُسل اُس کے نام پہ شیدا، عاصی بھی رحمت کے جویا
سارے زمانے اس کے پیروصلی اللہ علیہ وسلم

حُسن جہاں کا، خلد کے منظر، تائب ہیں سرکار کے منظر
وہ ازلی پتو، وہ ابدی ضو صلی اللہ علیہ وسلم

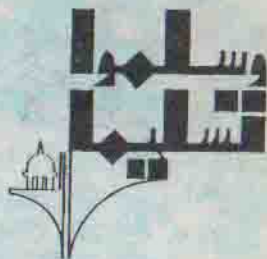


نور و ظہور



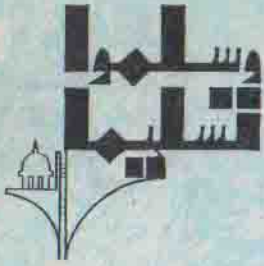
دیباچہ امکاں

رسولِ اکرم کا نام نامی
 وہ کلمہ فطرت کا حرفِ اول
 بنا جو عنوانِ کتابِ کُن کا
 حضور کی ہستی گرامی
 ہے ممکناتِ جہاں کا جوہر
 جوازِ لوح و قلم اُنھی سے
 وجود اُنھی سے
 عدم اُنھی سے
 اگر نہ ہوتے مرے پیغمبر
 تو نقشِ امکاں اُبھرنے سکتا
 نہ یہ عناصر کا میل ہوتا
 نہ کھیل ہوتا یہ روز و شب کا
 سلام اُس آیتِ میں پر



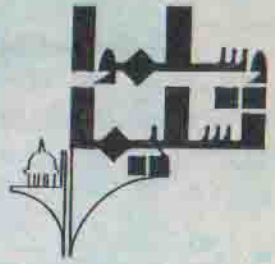
نورِ اولیں

بقولِ جابر، کہا یہ پیغمبرِ خدا نے
 کہ نورِ میرا ہی سب سے پہلے
 خدا نے قدوس نے بنایا
 نہ جانے کب تک وہ نورِ اول رہا، سمکتا
 جہانِ بالا میں
 اپنے خلاق کی رضا سے
 کوئی بھی شے اُس گھڑی نہیں تھی
 نہ لوحِ محفوظ تھی نہ کرسی
 نہ عرش تھا اور نہ بحر و بر تھے
 نہ تھی بہشت بریں نہ دوزخ
 نہ تھے فرشتے نہ جن و آدمؑ
 وہ نورِ رحمتِ ظہور سے پہلے ضوفاں تھا
 سلام اُس نورِ اولیں پر



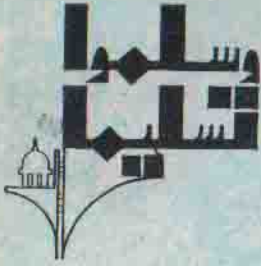
سرنامہ تخلیق

ہوا جو منظور حق تعالیٰ کو اپنا اظہار
 تو پھر اُس نے
 حضور اکرم کے نورِ مفرد کو
 منقسم کر کے چار حصوں میں
 ایک حصے سے اُس نے پیدا کیا قلم کو
 بنائے پھر لوح و عرش و کرسی
 پھر ایک حصے سے آب و گل کو وجود بخشا
 خدائے قادر نے
 جس زمانے میں
 مصطفیٰ کو نبی بنایا
 جنابِ آدمؑ تھے اُس زمانے میں
 درمیاں روح اور جسد کے
 سلام سرخیلِ مرسلین پر



میثاق

بروزِ میثاق
 ذاتِ باری نے
 عہدِ نبیوں سے یہ لیا تھا
 کریں گے تائید وہ سب اُن کی
 جو سب سے آخر میں آنے والے ہیں اِس جہاں میں
 وہی جو مصداقِ آرزوئے خلیلؑ بھی ہیں
 کلیمؑ جن کے ہوئے منادی
 مسیحؑ جن کے بنے مبشر
 سلامِ مبعوثِ آخریں پر



خاتم الانبیاء

وہ مصطفےٰ ہیں

وہ مجتہد ہیں

رؤف بھی ہیں ، رحیم بھی ہیں

بشیر بھی ہیں ، نذیر بھی ہیں

وہی ہیں یسین

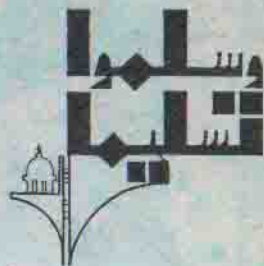
وہی ہیں طہ

چراغ روشن

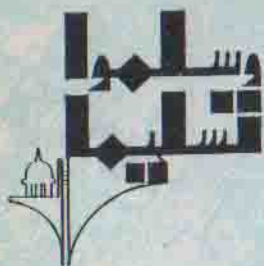
نفوس کے ہیں وہی مزکی

کتاب حکمت پڑھانے والے

بلانے والے خدا کی جانب

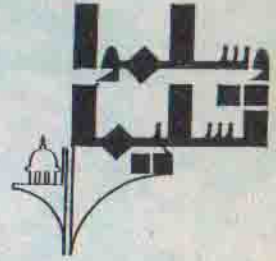


نکالنے والے ظلمتوں سے
 وہ حق کے حامل
 وہ حق کے مرکز
 انھی کو حق نے بنا کے بھیجا
 جہاں کی رحمت
 پہنچی پہ دیں ہو گیا مکمل
 ہوئی تمام اُن پہ حق کی نعمت
 سلام اُس نازشس زمیں پر

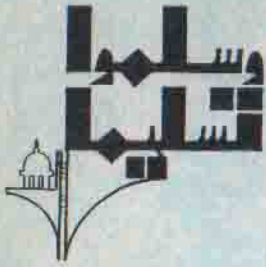


اوجِ کمال

وہ ہیں محمدؐ، وہی ہیں احمدؐ
 وہی ہیں ماحیؐ، وہی ہیں حاشرؐ، وہی ہیں غالبؐ
 وہ ٹھہرے سب انبیا کے خاتم
 نبی کوئی اُن کے بعد آئے نہیں یہ ممکن
 اٹھائے جاتیں گے روزِ محشرؐ، وہ سب سے پہلے
 ملے گا اذنِ شفاعت اُن کو
 وہ دیں گے مایوس اُمتوں کو
 بشارتیں بخشش و عطا کی
 اُنھی کے ہاتھوں میں سب خزانوں کی کنجیاں ہوں گی

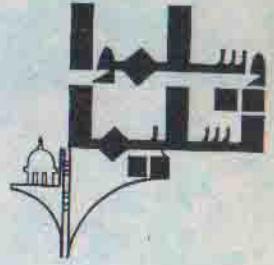


پرچمِ محمدِ پاک ہوگا
 وہ سب سے پہلے عطا کریں گے
 بہشت کے گلشنوں کو رونق
 فقیر و محتاج اُن کی اُمت کے
 اس گھڑی اُن کے ساتھ ہوں گے
 سلام اُس تاجدارِ دین پر

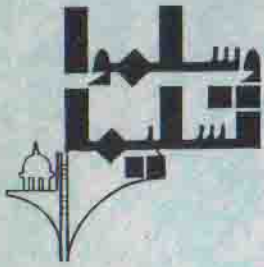


میلاد النبی ﷺ

مبارک ہو جناب مصطفیٰ کی آمد آمد ہے
 زمیں پر سربراہ انبیا کی آمد آمد ہے
 خدائی شاد ہوگی مژدہ اتامِ نعمت سے
 سربراہ آرائے اقلیمِ ہدیٰ کی آمد آمد ہے
 سنانے کے لیے آیاتِ قرآن اہل عالم کو
 رسولِ ہاشمی سے خوشنوا کی آمد آمد ہے
 خدائے پاک نے فریاد سن لی غمِ نصیبوں کی
 جہاں میں حضرت خیر الوزی کی آمد آمد ہے
 وہ جن پر شاق گزریں گی تکالیفِ اہل ایمان کی
 انھیں میں سے انھیں کے پیشوا کی آمد آمد ہے
 دیارِ دل کو خوشبوئے عقیدت سے بسا لیجے
 وفا کی مشعلوں سے جاوہ جاں جگمگا لیجے



دکھی انسانیت کے چارہ گر تشریف لاتے ہیں
 ہے جن کی ذات رحمت سرسبز تشریف لاتے ہیں
 کریں گے جو سخن دہر کو احسانِ عالی سے
 وہ دل کی سلطنت کے تاجور تشریف لاتے ہیں
 خبر دیتے چلے آتے ہیں جن کی انبیا سائے
 ابد تک کے دہی پیغامبر تشریف لاتے ہیں
 جو محبوبِ خدا ہیں، باعثِ تخلیقِ عالم بھی
 زہے قسمت بنو ہاشم کے گھر تشریف لاتے ہیں
 خدائی جن کے در سے بھیک پائے گی تمدن کی
 زمانہ جن کا ہے درِ یوزہ گر تشریف لاتے ہیں
 وہ آتے ہیں نہیں جن کا کوئی ثانی، کوئی ہمسر
 وہ آتے ہیں جو ہیں دونوں جہاں کے سید و سرور



ولادتِ باسعادت

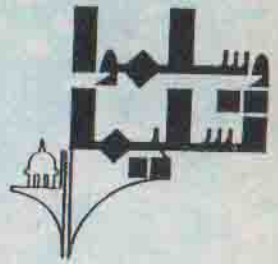
ہوا جلوہ گر آفتابِ رسالتِ زمیں جگمگانی فلک جگمگایا
مٹی دہر سے کفر و باطل کی ظلمتِ زمیں جگمگانی فلک جگمگایا

برآئی بالآخر تمتلئے فطرتِ چلی باغِ عالم میں بادِ سرت
ہنسی زندگی، جھوم اٹھی مشیت، زمیں جگمگانی فلک جگمگایا

بہشتِ بریں کے کھلے بابِ سارے فلک سے ملاکِ سلامی کو اترے
ہوئی سرورِ نبی کی ولادتِ زمیں جگمگانی فلک جگمگایا

اجبالِ صداقت، محبت، وفا کا، کراں تا کراں رسی دنیا میں پھیلا
ہوئی جب نمودارِ صبحِ سعادتِ زمیں جگمگانی فلک جگمگایا

جو پھوٹی کرنِ خانہ آمنہ سے زمانہ چمک اٹھا اُس کی شیا
ملی نفعِ انساں کو راہِ ہدایتِ زمیں جگمگانی فلک جگمگایا



ﷺ
 صاحبِ خیر کثیر

جنتی دامنِ زیست میں دو تئیں ہیں
 جنتی جود میں ہیں، جنتی ندرت میں ہیں
 و حسن و خیر کی جستنی بھی صورتیں ہیں
 اُن کے خلقِ عظیم کی سعادتیں ہیں

سازِ ہست کے جتنے آہنگ ٹھہرے
 استقبال کے دیکھے سامانِ جتنے
 اورجِ فکر کے پائے امکانِ جتنے
 اُن کے اُسوۂ پاک کے رنگ ٹھہرے

اُن کے جھتے میں خیرِ کثیر آئی

اعتبارِ وجود ہے نام اُن کا

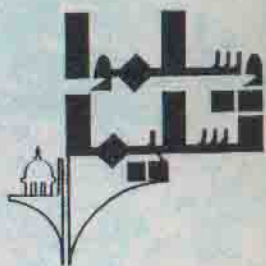
عہد سازِ پیام و نظام اُن کا

اُن کے ساتھ کتابِ منیر آئی

دُلہا کون حیاتِ برات کا ہے

ضامنِ حشر میں کون نجات کا ہے

(سانیت)

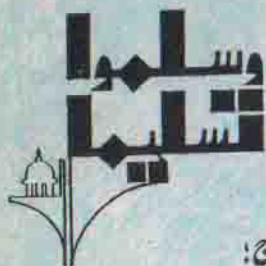


اے صاحبِ معراج ﷺ

اے سلسلہٴ دعوت و ارشاد کے ستارے
 دیتا ہے تیرے نام کو ہرگز و شرف باج
 تہذیب و تمدن ہیں تیرے بحر کی امواج — اے صاحبِ معراج!

معیارِ فضیلت ہے تری زلیست کا انداز
 انوارِ محبت سے ہے امت تری تماشاز
 مینارِ ہدایت ہے تیرے دین کا منہاج — اے صاحبِ معراج!

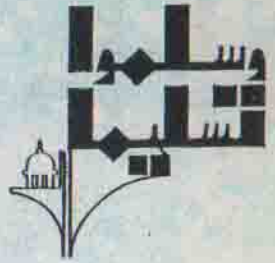
پیر و ہیں تیرے بُت شکن و فاتحِ دوراں
 کردار ہے جن کا صفتِ صبحِ درخشاں
 نصرت کا نشانِ ابدی ہیں تری افواج — اے صاحبِ معراج!



پامال تم ہم ہیں تری راہ سے ہٹ کر
 رسوا ہوئے اغیار کے امن پیٹ کر
 حال اپنا ہے تیرے کرم خاص کا محتاج — اے صاحبِ معراج!

صد سگزرگا ہوں میں نقطاب ترا در ہے
 پستی کے مکینوں کی بلندی پہ نظر ہے
 ہر مرحلے میں ملتِ بیضا کی ہے لاج —

اے صاحبِ معراج!



آیاتِ رحمت

بہارِ منکر ہے تذکارِ خواجہ لولاک
منارِ نوز ہے کردارِ خواجہ لولاک

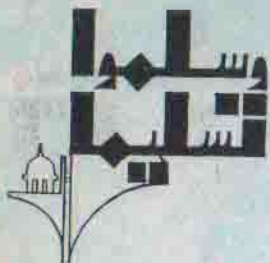
بساطِ زیست پہ تاباں نقوشِ محمدِ سولؐ
ابدِ سرور ہیں اقدارِ خواجہ لولاک

امینِ خمیر ہے پیغامِ سیدِ ابرارؐ
محیطِ دہر ہیں انوارِ خواجہ لولاک

سخن کی جاں ہے بیانِ پیمبرِ رحمت
حیاتِ بخشش ہیں افکارِ خواجہ لولاک

ہر ایک دل ہے فدائے شمالِ حضرتؐ
ہر اک نظر ہے طلبِ کارِ خواجہ لولاک

محمدِ عربی التقات کا پیکر
محمدِ عربی کائنات کا محور



کہاں زمان و مکان میں جوابِ شاہِ اُم
ہم نجات رہِ مستطابِ شاہِ اُم

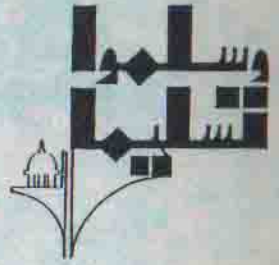
جہاں کون و مکان گردِ کاروانِ نبی
جلالِ منقر و غنا ہم رکابِ شاہِ اُم

سم کشوں کے لیے شفقتِ امامِ رسل
سم گروں کے لیے احتسابِ شاہِ اُم

نشانِ امن و امان کارِ زارِ ہستی میں
پناہِ عالمیاں ہے جنابِ شاہِ اُم

سب آبروئیں، لہو، مال بیش قیمت ہیں
یہی تھا آخری حج میں خطابِ شاہِ اُم

محمدِ عربی شاہِ عافیت آثار
محمدِ عربی ماہِ زندگی پرور



عیاں ہیں دن کی طرح صفاتِ ختمِ رسل
کھلی کتاب ہے گویا حیاتِ ختمِ رسل

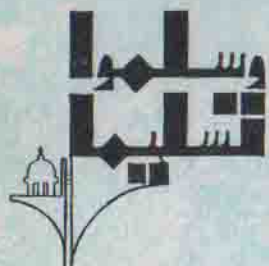
ہر ارتقا ہے انھی کی نظر سے اذنِ طلب
تمامِ حسنِ تمدن ، زکاتِ ختمِ رسل

ضیا فلکن ہے دلیلِ وجودِ حق بن کر
جریدہٴ دوسرا پر شبِ ختمِ رسل

جو زندگی کو ہمیشہ حرارتیں دے گا
وہ آفتاب ہے دنیا میں ذاتِ ختمِ رسل

کتابِ زندہ و شرعِ متینِ دینِ میں
جہاں میں کم تو نہیں معجزاتِ ختمِ رسل

محمدِ عربی اعتبارِ لوح و قلم
محمدِ عربی افتخارِ جن و بشر



جمال میں نور سراپا کتاب پیغمبر
فلاح و خیر کا طغرا کتاب پیغمبر

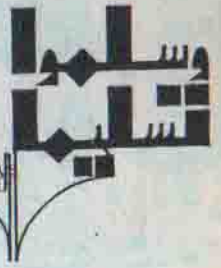
نصاب تازہ و محکم برائے نوز بشر
کتاب ارفع و عالی کتاب پیغمبر

حیات و موت کے سبب کھولنے والی
رموز دین سے محبت کتاب پیغمبر

وہ اعتبار وجود و عدم صحیفہ حق
ایمن ماضی و نشر کتاب پیغمبر

وہ جس کے باب میں تم کتاب آیا ہے
وہ اپنی شان میں کتنا کتاب پیغمبر

محمد عربی امتیازِ باطل و حق
محمد عربی بے نیازِ لعل و گہر



اساس عدل و مساوات دین سرور دین
 قام نوع بشر ہے رہین سرور دین

کفیلِ راحتِ عالم ہے سنتِ نبوی
 سبیلِ خیر ہے شرعِ متین سرور دین

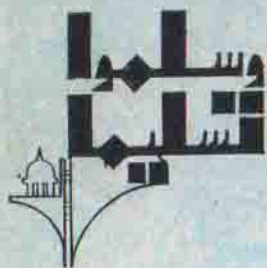
بصیرتوں کا ہے مظلوم چہرہ روشن
 صداقتوں کا نشان ہے جبین سرور دین

کھائے سرور دین نے معارفِ ہستی
 ہیں سب فلاسفہ بھی خوشتر چین سرور دین

جہاں میں وجہ شرف ہے، اگر تو حسنِ عمل
 اصولِ حق، سخنِ دل نشین سرور دین

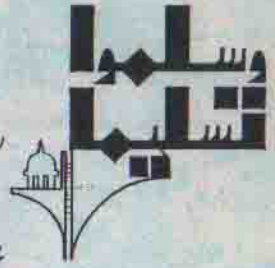
محمد عربی آرزوئے دیدہ و راں
 محمد عربی آبروئے اہل ہند

(ترجیع بند)



يَا أَيُّهَا الْمَرْبُوبُ

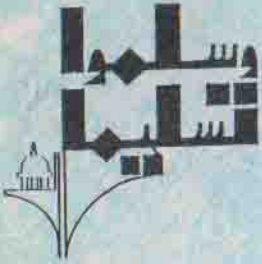
اے مرسل پاکیزہ خو کس غنم کا پیکر ہے تو
 فتزائل ہے گویا ہو ہو
 کشور کشائے بحر و بر احسان ہے تو سر بسر
 تو ہر زمان کی آبرو
 تو کائناتِ حسن ہے تیری زکاتِ حسن ہے
 یہ آب و گل، یہ رنگ و بو
 سب رنگ ہیں اک رنگ سے بتلا دیا کس ڈھنگ سے
 دل پر بھٹ کر نقش ہو
 تھے وہ نجومِ اہستہ بخت ان کے تھے کتنے رسا
 بیٹھے جو تیرے روبرو



روما، حبش، ایران سے سب آکے تیرے ہو گئے
 جن کو تھی حق کی جستجو
 خوابوں میں آکر مسکرا بیداریوں کو جگمگا
 اے آمنہ کے ماہ رو

چہرہ ترا تکت رہوں تجھ سے تری باتیں سنوں
 رکھت ہوں میں بھی آرزو
 دیکھے دُعا بابِ اثرِ شامِ الم کی ہو سحر
 بدحت سرا ہو موبہ تُو
 يَا أَيُّهَا الْمُسْتَرْتَلُ

(مثلث)



کتابِ میں

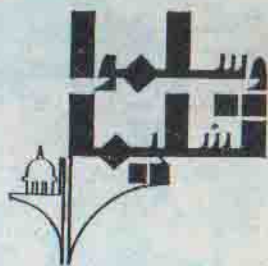
درود و سلام اُس شہِ انبیا پر آتا ہے قرآن جس پر خدا نے
وہ قرآن کہ جس کی بلیغ آیتیں ہیں خفی و جلی حکمتوں کے خزانے

کتابِ میں جس کو روح الامیں خاتم المرسلین کی طرف لے آیا
وہ وحی الہی کہ جس کی حفاظت کا ذمہ لیا آپ ربِّ عُلانے

جو بندوں کی جان بچا سلام خدا ہے، جو رحمت، نصیحت، ہدایت شفا ہے
وہ منشورِ آخر جسے روح سمجھے، جسے قلب جانے، جسے ذہن مانے

کھلے جس کی تزیل سے ہم یہ عقدے زمانِ مہکاں کے دورِ اُوراکے
ہوئے جس کی تزیل سے ہم یہ پوشِ ازل سے بدلتے کسارے زمانے

وہ مجموعہ خیر روشن صحیفہ، بٹھایا ہے اسلام کا جس نے سکہ
کھمایا ادب جس نے خیر آلوی کا سکھایا ادب جس کا خیر آلوی نے



زریں افق

ازل سے رواں ہیں
 رُتوں کے سبک کارواں،
 لمحہ لمحہ نئی منزلوں کی طرف،
 لمحہ لمحہ نئی سرزمینوں کی دُھن میں
 مہ و سال کی گردشوں کے جلو میں
 ہواؤں کی رُو میں
 مگر ایک زریں افق
 ہر مسافر کے ذہنِ دل و جاں پہ چھایا ہوا ہے
 وہ زریں افق آستانِ نبی ہے
 جہاں رفعتیں سر جھکائے ہوئے ہیں
 جہاں فصلِ گل کا تہم سمٹ کر امر ہو گیا ہے

مدینۃ الرسول

سرنامہ جمال مدینہ رسول کا
سرچشمہ نوال مدینہ رسول کا

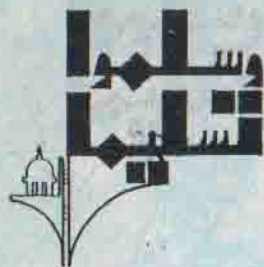
آبِ ہوا ہے جس کی مداوائے رنج و غم
لطفِ کرم کی جمال مدینہ رسول کا

ٹھہری تھی جس پر سید کونین کی نظر
وہ نقطہ کمال مدینہ رسول کا

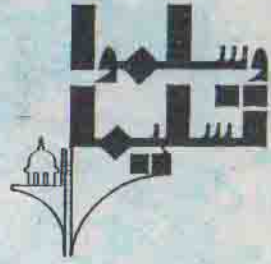
انفاسِ مصطفیٰ سے ہکتا ہے آج بھی
وہ شہر بے مثال مدینہ رسول کا

ہر دل کی آرزو ہے وہ کاشانہِ وفا
ہر آنکھ کا سوال مدینہ رسول کا

ٹھہرا جمال پہ قافلہٴ نوہار ہے
ذروں سے جس کے قدرتِ حق آشکار ہے



مقصود کائنات دیارِ حبیب ہے
 بلجائے شش جہات دیارِ حبیب ہے



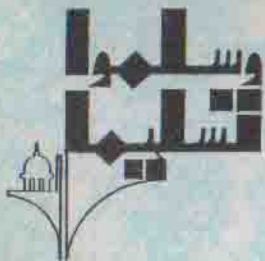
طوفانِ شر سے ہر کوئی محفوظ ہے جہاں
 وہ ساحلِ نجات دیارِ حبیب ہے

دامن سے جس کے نورِ سعادت ہو طلوع
 وہ مطلعِ حیات دیارِ حبیب ہے

وہ جس میں نورِ پاشِ حرم ہے حضور کا
 ارضِ تجلیات دیارِ حبیب ہے

آثارِ جس میں خندق و بدر واحد کے ہیں
 وہ خطہٴ ثبات دیارِ حبیب ہے

ہر گوشہ اس کا مرجع لیل و نہار ہے
 تاریخِ اہل حق کا وہ آئینہ دار ہے



محبوب انس و جاں ہے مدینہ منورہ
دنیا ہے جسم، جاں ہے مدینہ منورہ

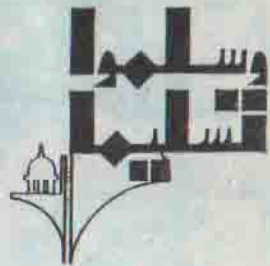
کون مکمل کے تپتے ہوئے ریگت میں
رحمت کا سائبال ہے مدینہ منورہ

کس شان سے جہاں کے اندھیروں کے دریاں
گل بار و ضوفشاں ہے مدینہ منورہ

لہروں کے جزروں سے سفینہ ہے بے نیاز
وہ جس کا بادباں ہے مدینہ منورہ

جس کی پناہ میں ہیں سبھی بیکسان دہر
وہ گوشہٴ اماں ہے مدینہ منورہ

وہ رحمت تمام کا نوریں دیار ہے
ہر جاں کو اس دیار میں حاصل قرار ہے



خاتم جہاں، نگیں ہے مینے کی زمیں
ہرڈل میں جاگزیں ہے مینے کی زمیں

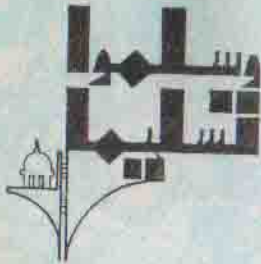
جس نور سے بنائے گئے عرش اور فرش
اس نور کی امیں ہے مینے کی زمیں

امکاں کا دشت جس کی بدلتے پرہیا
وہ گلشنِ حسیں ہے مینے کی زمیں

گوئجی ہے جواذانِ بلالی سے مدتوں
وہ دلکش زمیں ہے مینے کی زمیں

ہر غنچہِ فسردہ گل تازہ ہے جہاں
کیا راحت آفریں ہے مینے کی زمیں

وہ خاکِ پاک اہل زمیں کا دستار ہے
قدموں میں اس کے عظمتِ گردوں نثار ہے



اقلیمِ حُسن، کشورِ انوارِ طیبہ
بیتِ رسول، قریۃِ انصارِ طیبہ

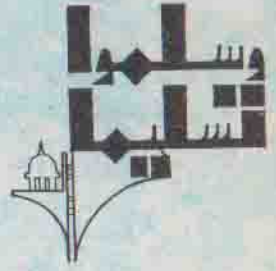
اسما ہیں اس کے ناجیہ، محروسہ قاصمہ
محفوظہ، عاصمہ، حسنہ، دار، طیبہ

مرحومہ، خیرہ، خیرہ، مرزوقہ، مومنہ
ارضِ اللہ، طیبہ، منزلِ ابرار، طیبہ

معصومہ و مدینہ، محبوبہ و مقرر
مسکینہ، طابہ، غلبہ، گہر بار طیبہ

حکمِ نبیؐ ہے اس کو جو شہرتِ نکار لے
توبہ کے بعد وہ کہے دس بار طیبہ

اس بلدۃِ عظیم میں وہ شہرِ یار ہے
جس پر فلاح و فوز کا سب انحصار ہے



نور منشور

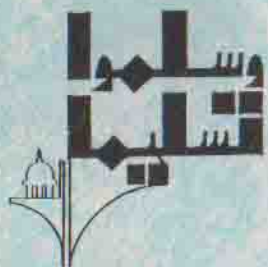
لب کھلے جب نبیؐ کی مدحت میں
پھول کھلنے لگے طبیعت میں

پانی ہر تلخیِ الم سے نجات
کھو کے تذکارِ شہ کی لذت میں

کیا طلب اور اب کروں حق سے
نعتِ خیرالواری ہے قسمت میں

نور منشور اُس نے بخشا ہے
سیرتِ مصطفیٰ کی صورت میں

دین و دنیا کا امتزاجِ حسین
نظر آیا انھی کی سیرت میں



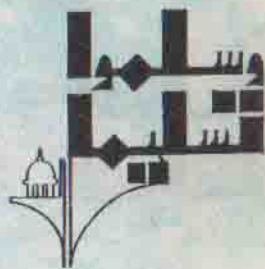
ارتقا آشنا ہوئیں تو میں
آپ کی جانفزا قیادت میں

مستفیر آپ کی حیات سے ہے
شان جو بھی ہے آدمیت میں

حُسن اور سادگی کے سب جوہر
ہوئے یکجا رسولِ رحمت میں

پہلی ساری نبوتوں کے کمال
جمع ہیں آحمدی رسالت میں

دو جہاں کی سعادتیں پنہاں
شہِ ابرار کی اطاعت میں



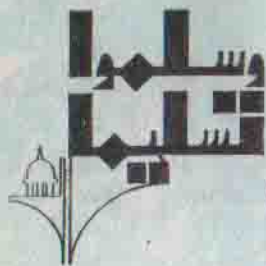
ایک سے ہیں تو نگر و نادار
محسن حُسن کی عدالت میں

کس محبت کا درد شامل ہے
ان کے پیرایہ ہدایت میں

چارہ سازی اُنھی کو زیبا تھی
دل نوازی تھی اُن کی فطرت میں

کون ثانی مرے حضور کا ہے
خُلق میں، صدق میں، امانت میں

کون ہمسر شہِ انام کا ہے
عدل و احساں میں، خیر و برکت میں



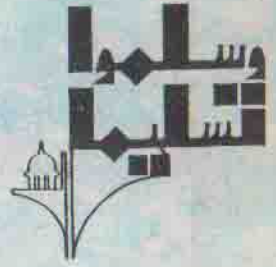
آسماں کی نظر نے کب دیکھا
عابد اُن سا زمیں کی وسعت میں

آپ کی یاد نے سکون بخٹتا
میں گھرا جب کسی مصیبت میں

آپ کا چہرہ ماہتاب بنا
میری ہر ایک شامِ عُسرت میں

وہی پُرساں عاصیاں ہوں گے
پرسشِ عرصہٴ قیامت میں

فقرا اُن کے ہم قدم ہوں گے
جب وہ جائیں گے باغِ جنت میں

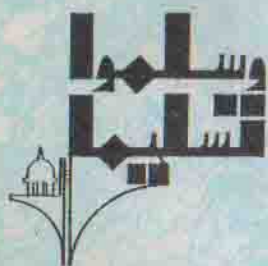


جو خُزف اُن کی راہ گزار کا ہے
وہ گہر سے فزوں ہے قیمت میں

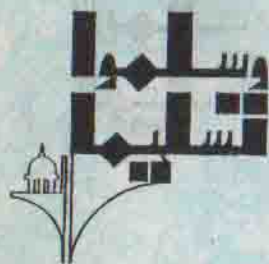
قریہ رنگ اُن کا شہر حسین
جلوہ گر ہے جو اشکِ حسرت میں

پھیلے دنیا میں جو دھنک بن کر
سمٹ آئے جو دل کی خلوت میں

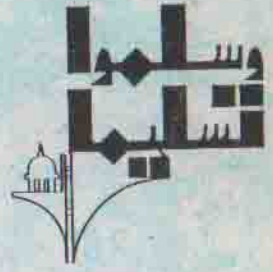
رکھ امیدِ قبول اے تائب
پیش کر عجز اُن کی خدمت میں



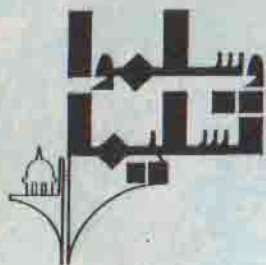
نیاز و گداز



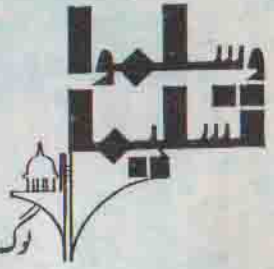
اے ہادی داریں ، مقدرِ گز آفاق
 مخلوق خدا تجھ پر ہے خالق ترا مشاق
 پانی ہیں تمدن نے ضیا میں تھے دسے
 روشن ہیں تھے فیض سے تاریخ کے اوراق
 بے مایہ ہے سب کچھ تھے اشد کے آگے
 وہ دانش افزنگ ہو یا حکمتِ اشراق
 بس تو ہے فَتَحْتَالِكَ فَتَحْتَاكَ نَحْطَب
 پیرو ہیں تھے آیۃ اعلیٰ کے مصداق
 اللہ نے کونین کی تخلیق سے پہلے
 نبیوں سے لیا تھا تری تائید کا میثاق



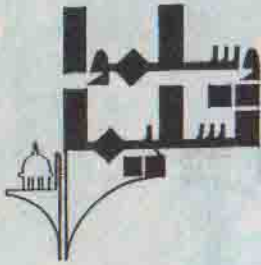
اللہ کی بیعت ہے ترے ہاتھ پہ بیعت
 تیرے ہی اشارے پہ ہے تقدیر کا اطلاق
 انوار ترے ظلمتِ دوراں کا مداوا
 تذکارِ ترا زہرِ معاصی کو ہے تریاق
 تیری ہی طرف سارے زمانے کی نظر ہے
 تو کعبہٴ افکار ہے تو قبۃٴ اشواق
 مربوط ہے امن سے ترے خیر کی تکمیل
 مشرود تھی بعثت سے تری عظمتِ اخلاق
 تخلیق کا شہکار تری ذاتِ گرامی
 ہر نقش ترا شاہدِ یکتائیِ خلاق



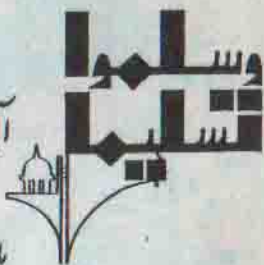
بارگاہِ پاک میں پہنچے ثنا کرتے ہوئے
 مَدِیْنَةُ پایا ہے عرض مَدِیْنَةُ کرتے ہوئے
 بے نیازِ نعمت کون و مکاں ہوتے گئے
 کوچہ سلطانی عالم میں صدا کرتے ہوئے
 دیدہ و دل میں گلِ جلوہ سمٹتے ہیں کہاں
 کب یہ صورت سامنے تھی التجا کرتے ہوئے
 کب مجھے تھی جاں کی پروا، کب مجھے تھا سر کا ہوش
 سجدہ شکر اُن کی مسجد میں ادا کرتے ہوئے
 کوئی آنے جانے والا ہر گھڑی نظروں میں تھا
 کھوئے یوں نظارہ غارِ حرا کرتے ہوئے



لوگ چمکاتے چلے جائیں گے اپنے روز و شب
 اسوۂ سرکار سے کسبِ ضیاء کرتے ہوئے
 رمزِ ہستی، رازِ فطرت، بہتر ذات و کائنات
 ہر خبر پائی تلاشِ مصطفیٰ کرتے ہوئے
 التفاتِ سیدِ سادات کب محدود ہے
 وسعتِ دامن بھی دیتے ہیں عطا کرتے ہوئے
 تھام کر دامن کو اُن کے بے محابا رو دیا
 میں کہ گھبراتا تھا اُن کا سامنا کرتے ہوئے



وہ ہادیٰ جہاں جسے کہیے جہاں خیر
 نسبت سے اس کی میرا وطن ہے نشانِ خیر
 وہ تابِ جانِ سبحاںِ کرم، انتخابِ حق
 وہ شانِ منقرا، آن تمدن، روانِ خیر
 اس کا پیام انس و مواخات رُوحِ دیں
 اُس کا نظامِ عدل و مساوات جہاں خیر
 وہ بارگاہِ ناز سے لوٹنا بصیرتِ نیاز
 لے کر برائے نوعِ بشر ارمانِ خیر
 کتنی عظیم بیعتِ رضواں کی شان ہے
 فتحِ ممبئی کے ساتھ چلا کاروانِ خیر

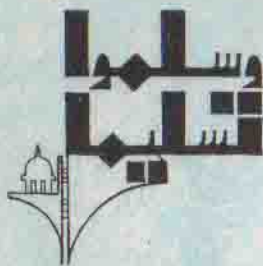


آلِ نَبِيِّ سَفِينَةٍ بِحَرِّ حَيَاتِ هِيَ
اصحاب ہیں نجومِ سہرِ آسمانِ خیر

یارب! جہاں میں دستِ خزاں ہے راز تو
محفوظ اس کے شر سے رہے گلستانِ خیر

فِتنوں کی تیز دھوپ میں قائم رہیں اس
خیر الامم کے سر پہ رہے سائبانِ خیر

تا تب نگاہِ رحمتِ عالم سے بن گیا
ہر مصرعِ شنائے نبیؐ تر جانِ خیر



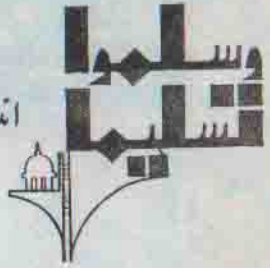
جب شام سفر تاریک ہوئی وہ چاند ہویدا اور ہوا
منزل کی لگن کچھ اور بڑھی، دل زفر مہ پیرا اور ہوا

جب کہ فضاؤں پر چھائی، جب صورت فردا دھندلی
منظر منظر سے جلوہ فشاں وہ گنبدِ حضرت اور ہوا

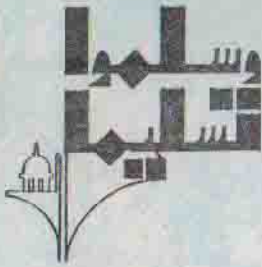
ہر حال میں ان کی موجِ کرم، تھی چارہ گر ادبار و الم
حد سے گزری جب تلخیِ غم لطفِ شہِ بطحا اور ہوا

جوں جوں وہ عزم نزدیک آیا، کب نظارے کا یارا تھا
جھکتی ہوئی نظریں اور جھکیں سوچوں میں اجالا اور ہوا

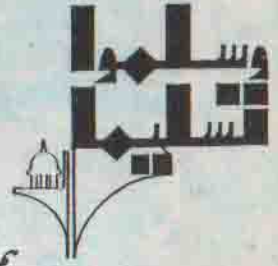
اندازِ پذیرائی سے ہوا، رنگ اُن کی محبت کا گہرا
رحمت کے دریچے اور کھٹے مدحت کا تقاضا اور ہوا



پہلے بھی اُس کی تابانی، کچھ رُوئے زمیں پر کم تو نہ تھی
جب تُوڑ کی منزل سے گزرا اُس ماہ کا چرچا اور ہوا



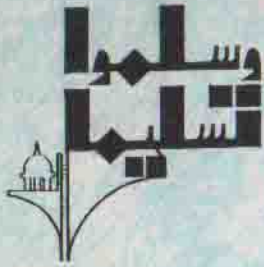
سولہ تو ذکرے لے میرا تم تیرے ہیں
 اوجِ قوسین پہ صنوبرِ علم تیرے ہیں
 وقت اور فاصلے کو بھی تری رحمت ہے محیط
 سب زمانے ترے، موجود عدم تیرے ہیں
 جیسے تارے ہوں سرِ کاکشاں جلوہ نشاں
 عرصہ زلیست میں یوں نقشِ قدم تیرے ہیں
 اہلِ فتنہ کا تعلق نہیں تجھ سے کوئی
 قافلہ خیر کے لے خیر شیم تیرے ہیں
 ہیں تری ذات پہ سونا ز گنہگاروں کو
 کیسے بے ساختہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے ہیں



ہم کو مطلوب نہیں مال و منال ہستی

ہم طلبگار فقط تیری قسم تیرے ہیں
ناز برداری دنیا کی مشقت میں نہ ڈال

ہم کہ پروردہ صد ناز و نعم تیرے ہیں
ان کی خوشبو سے مہک جائے مشامِ عالم
میرے دامن میں جو گلہائے کرم تیرے ہیں



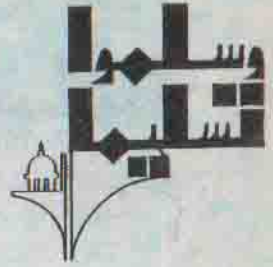
رحمتِ حق سایہ گستر دیکھنا اور سوچنا
اک نظر شہرِ سپیس میر دیکھنا اور سوچنا

کس قدر روشن ہیں انسان کے لیے صدیوں کے رنگ
وادیِ طاہرہ کے منظر دیکھنا اور سوچنا

اس کے ہوتے کس اُجالے کی ہے دنیا کو تلاش
سبز گنبد کو برابر دیکھنا اور سوچنا

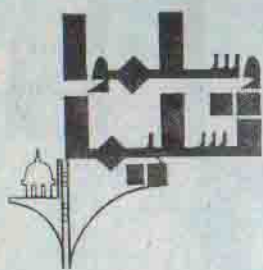
سنگ بھی ہنکے ہیں کسی نہمتِ انفاس ہے
دیر تک محرابِ دمنبر دیکھنا اور سوچنا

عاصیوں کو اُن کی چشمِ لطف کھتی ہے عزیز
پہم اپنا دامن تر دیکھنا اور سوچنا

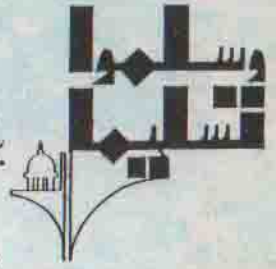


نزہتِ بستانِ سلمانؓ، عظمتِ صحنِ قبا
پاس جاگر، سر جھکا کر دیکھنا اور سوچنا

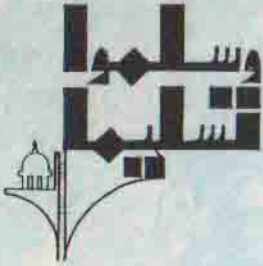
ارضِ بدر، آثارِ خندق، دامنِ کوہِ اُحد
ہر قدم پر شانِ داور دیکھنا اور سوچنا



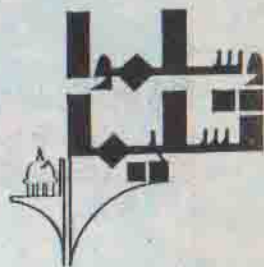
گلوں سے دل کی زمینوں کو بھر دیا تو نے
 ضمیر تیرہ کو گلزار کر دیا تو نے
 ہوائے تازہ سے ہنکا دیا زمانے کو
 مسافروں کو یہ برگِ سفر دیا تو نے
 شبِ سیاہ مستط تھی اس پہ مدت سے
 مری زمیں کو پیامِ سحر دیا تو نے
 عبور کر کے حنلا و ملا کی پہنائی
 عجب تصویرِ فتح و ظفر دیا تو نے
 سچا کے نکتہ خیر الامور اوسطھا
 مجھے توازنِ فکر و نظر دیا تو نے



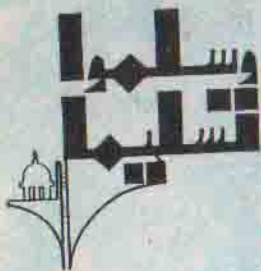
بزرگ شمع جلے اور نظر کو ٹھنڈک دے
 دل بشر کو مزاجِ فتر دیا تو نے
 غلام کیوں نہ تری عظمتوں کے گن گائیں
 جنھیں تصرفِ ہر خشک و تر دیا تو نے
 فقیر کیوں نہ عطاؤں کے تذکرے چھڑیں
 سوال سے بھی جنھیں پیشتر دیا تو نے
 رہیں گے جس کی صلوات سے جسم و جاں سرور
 نخیلِ طبع کو ایسا ثمر دیا تو نے



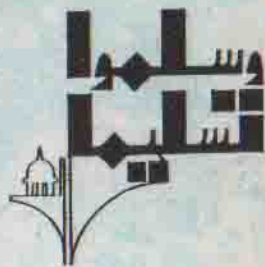
وجد میں آدم ہے اوج آدمیت دیکھ کر
 مصطفیٰ کا شیوہ تکمیل سیرت دیکھ کر
 آپ کو مانا گیا سب سے بڑا تاریخ ساز
 زلیست کے ہر موڑ پر شانِ قیادت دیکھ کر
 گھر ابوسفیان کا بھی ٹھہرا حصارِ عافیت
 چرخ حیراں تھا کمالِ عفو و رحمت دیکھ کر
 شمع ایماں ہر دلِ تاریک میں روشن ہوئی
 چہرہ اقدس پہ انوارِ صداقت دیکھ کر
 اہل دانش نے اسے مانا ہے منشورِ حیات
 شرعِ محبوبِ خدا کی جامعیت دیکھ کر



بازِ دل سے نغمہ کی صورت اٹھی موجِ درود
 عظمتِ کردار پر حق کی شہادت دیکھ کر
 ذہن میں رکھ آئیہ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
 بات کر طبعِ پیسیر کی نفاست دیکھ کر
 بارگاہِ سرورِ دین میں ہوئی درماں طلب
 چشمِ تائب گردشِ احوالِ امت دیکھ کر



حُسنِ حیات و نورِ بقا اور کون ہے
 نجمِ مقدرِ دوسرا اور کون ہے
 دار و مدار کس پہ ہے فیضِ مدام کا
 ختمِ رسل، حبیبِ خدا اور کون ہے
 و النجم کس کی شوکت و عظمت ہے گواہ
 زینتِ فرشتے برجِ فنا اور کون ہے
 روشن ہے آنے کی طرح کس پہ کائنات
 شاہد جسے خدا نے کہا اور کون ہے
 نسبت ہے کس کریم کی مفتحِ بابِ ظہر
 عذوقِ قاسمِ فقر و غنا اور کون ہے
 کس کا کرمِ زماں و مکاں سے ہے ماوری
 ہر آن دستگیرِ مرا اور کون ہے
 رحمت ہے اور کون خدائی کے واسطے
 تائبِ شفیعِ روزِ جزا اور کون ہے

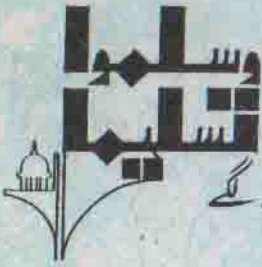


عکسِ عبدِ نبیؐ دکھانے لگے
آتشِ خانہٴ جہنمکانے لگے

وہ خدو خال ہیں نگاہوں میں
کیوں نہ تقدیر مکرانے لگے

ذکر و نکر آپؐ کا نصیب ہوا
ہاتھ میرے عجب خزانے لگے

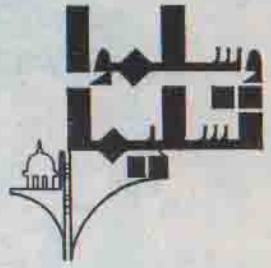
لفظ کو جب بھی نارسا پایا
پھولِ مژگاں کے رنگ لانے لگے



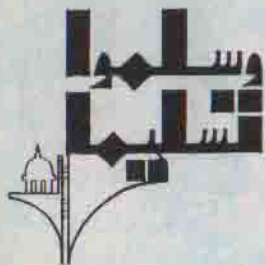
اُن کے رستے میں جب قدم اُٹھے
سنگِ رہِ حوصلہ بڑھانے لگے

اُن کے الطافِ ذہن میں آئیں
جب شکایتِ زبان پہ آنے لگے

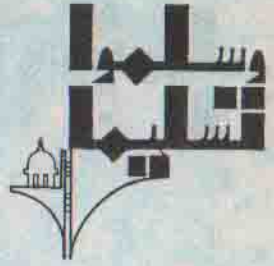
کاش مقبول ہو نیاز و گداز
کاش کاوش مری ٹھکانے لگے



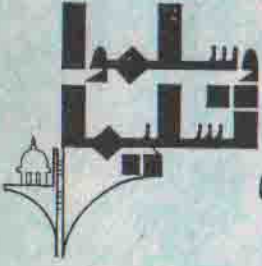
مرکز میرے فکر کا وہ کئی محبوب
 فطرت کی رعنائیاں جس سے ہم منسوب
 جو فرمائے عقل ہے بنیاد اسلام
 جو سمجھائے عشق کو ہر خوب نام خوب
 جس کا اس الماں ہے مولا کا عرفان
 وہ طالب اللہ کا اور اس کا مطلوب
 ساتھی اس کا علم ہے، شوق اس کا رہنما
 سرتاپا تنزیل ہے جینے کا اسلوب
 جو ہر سب اسلاف کچھ اس میں ہیں کیجا
 عیسیٰ کا وہ زہد ہو یا صبر الیوم



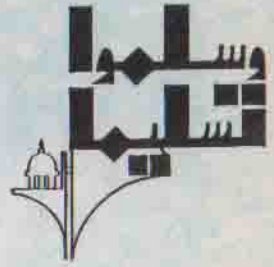
اُس کی سیرت نقش ہے جن جن ذہنوں پر
 وہ تہذیبِ عصر سے ہوں کھینچے مرعوب
 گر سنتِ سرکار کی اُمت اپنالے
 کر سکتی ہے آج بھی باطل کو مغلوب
 تو یہ اُس کے دین کی ہر سُچھائے گی
 یہ ارشادِ خاص ہے قرآن میں مکتوب
 تا تب میرے واسطے سب کچھ اُسکی ذات
 کھولا جس کی مدح نے ہر رازِ محبوب



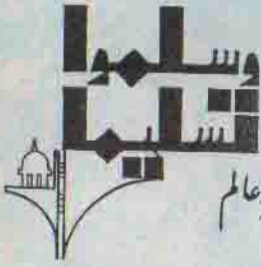
مہ صفا کی تجلیوں سے چمک اٹھاریگ زارِ بطحا
 تمام دور و دراز عالم، تمام قرب و جوارِ بطحا
 خدائے برتر نے جس کو چاہا، زمانے بھرنے جسے سراہا
 وہ ہے اطاعت گزارِ اسراء، وہ ہے صد اشعارِ بطحا
 وہ جو ہر دمانِ ہاشم، خدا کی نعمت کا جو ہے قائم
 رسائی جس کی ہے لامکان تک وہ بے بدل شمسِ اورِ بطحا
 وہ ارضِ پُر نور بس اسی، ہماری نگاہوں میں سیرِ دل میں
 خدائے طیبہ نظر ہے میری تو فکر و فن ہے نثارِ بطحا
 یہ آرزو ہے کہ زود تر ہو زیارتِ روضۂ پیمبرؐ
 وہ دن پھر آئے خدا دکھائے مجھے بھی لیل و نهارِ بطحا



برس پڑے گرسحابِ حمت، چھٹے نہ کیوں پھر غبارِ کلفت
 کھلیں کیوں ذہنِ دل کے غنچے جو دیکھ لوں میں یہاں بطحا
 عزیز ہے جانِ دل سے مجھ کو وطن کی عزتِ وطن کی حمت
 عزیز تر لیکن ان سے تائب ہے آبروئے دیارِ بطحا



مزاجِ زندگی ہے سخت برہم سید عالم
 دگرگوں ہیں بہت احوالِ عالم سید عالم
 زلے درد و غم سے ہے دوچار اس عمد کا انساں
 نہیں چارہ کوئی جن کا فناء ہم سید عالم
 ایسے حادثاتِ نوبتوں ہے اُمتِ آخر
 کہ اس پر یورشِ اعدا ہے سپہم سید عالم
 عنایت کا ہے جو یا ہر دلِ افسردہ و محزون
 طلبِ کارِ کرم ہر چشمِ پُرغم سید عالم
 مداوا سب دکھوں کا ہے دعا تیری شہِ ذوالا
 نظر تیری ہے سب زخموں کا مرہم سید عالم

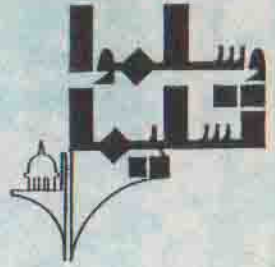


تری عظمت زمانے میں مسلم سید عالم
مؤخر ہو کے بھی تو ہے مقدم سید عالم

دیارِ علم، گلزارِ ہدایت، چشمہٴ رحمت
جمالِ سر بسر، خیرِ مجتہم، سید عالم
تری تعلیم نے انساں پر کھولے رازِ ہستی کے

تری ممنون ہے اولادِ آدم سید عالم
کہاں فکرِ زبوں میرا، کہاں اوج و شرف تیرا

اڑا عرشِ بریں پر تیرا پرچم سید عالم
چمن زارِ تمنا جس سے رہتا ہے ترو تازہ،
وہ - ہے تیری حسین یادوں کی شبنم سید عالم



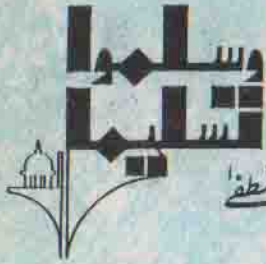
پُر کرے گا کون رُوحوں کے خلا یا مصطفیٰ
تیری چشمِ لطف و رحمت کے سوا یا مصطفیٰ

کٹ کے ہم رستے سے تیرے جس قدر آگے بڑھے
جسم و جاں کافِ صلہ بڑھتا گیا یا مصطفیٰ

مال و منصب، مکرو فن ٹھہرے ہیں معیارِ شرف
ہٹ رہا ہے جذبہٴ مہر و وفا یا مصطفیٰ

خیر کیشیوں کے جہاں میں اکھڑے اکھڑے ہیں قدم
یوں ہے برگشتہ زمانے کی ہوا یا مصطفیٰ

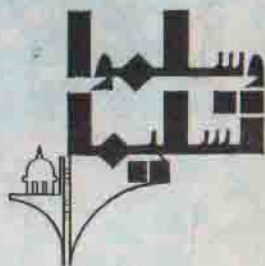
دوڑتا ہے میری آنکھوں کی طرف دل کا لہر
دیکھ کر ہر گام پر خونِ حیا یا مصطفیٰ



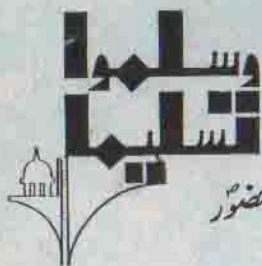
زیر دستوں پر مظالم، حتی پرستوں کا مذاق
کیا نہیں دیکھا ہم ارتقا یا مصطفیٰ

میں نے شہر آشوب لکھا ہے بہ امیدِ کرم
اب تو شہر افروز دیکھوں مصطفیٰ یا مصطفیٰ

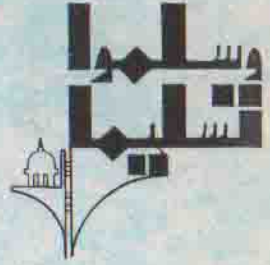
دہر میں پھر اہل دین کو سرفرازی ہو نصیب
لوٹ آئے دور عدل و خیر کا یا مصطفیٰ



رنگِ فطرت آپ کے فیضان سے نکھرا حضورؐ
 آپ کی آمد سے پہلے کب یہ نقشہ تھا حضورؐ
 آپ کا دینِ حیات آموز جب پھیلا حضورؐ
 مٹ گئی یکسر تمیزِ بندہ و مولا حضورؐ
 مسکرایا بختِ محزونِ آدمیت کا حضورؐ
 رنگ لایا خلوتوں میں آپ کا رونا حضورؐ
 دیدہ ہستی نے دیکھا ہے نہ دیکھے گا حضورؐ
 آپ سا خلوتِ گزیر و انجمنِ آرا حضورؐ
 آپ کی رفعت کا ناممکن ہے اندازا حضورؐ
 کہہ دیا جب حق نے سبحانَ الَّذِیْ اَسْرَىٰ حضورؐ



حشر پھر ہے کائناتِ رُوح میں برپا حضورؐ
 بے نواؤں پر ہر پھر بابِ عنایت و احضورؐ
 عافیت کی ساری قدریں ہیں تہ و بالا حضورؐ
 ہو گیا ہے سخت مشکل سانس بھی لینا حضورؐ
 آج پا مالِ ستم ہے فکر بھی میرا حضورؐ
 اب مسائل سے نمٹنے کا نہیں یارا حضورؐ
 داغِ محرومی دکھاؤں آپ کو کیا کیا حضورؐ
 کس قدر اجاب میں ہوں کس قدر تنہا حضورؐ
 زندگی تائب کی ہے تپتا ہوا صحرا حضورؐ
 آپ کے الطاف کا سر پور لے ہے سایا حضورؐ



مِرِصفا ہو سہرِ خواب جلوہ گر اے کاش
ہو نور نور مرا تریہ نظر اے کاش

گلِ نظارہ کی خوشبو سے صحنِ جاں مٹے
زرِ عطا سے بھرے کاسۂ ہنر اے کاش

اتارنے کے لیے اشک آتوں میں وہ عکس
نظر کے سامنے پھر ہو نبی کا در اے کاش

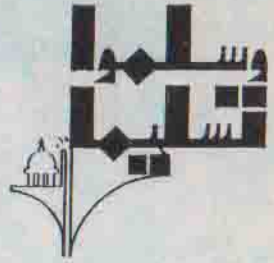
کروں مدینے میں شامِ طرب کا استقبال
ستارہ ہو مری قسمت کا بیج پر اے کاش



اترتی دیکھوں سحر روز اُن کے قدموں میں
دُعائے نیم شبی میں ہو یہ اثر اے کاش

ہیں جس کی خاک میں آسودہ رحمتِ عالم
وہی دیار بنے میرا ستقر اے کاش

سفرِ عدم کا جو درپیش ہو مجھے تائب
دیارِ نور کی خوشبو ہو ہم سفر اے کاش



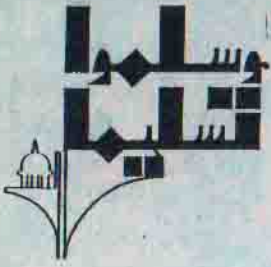
آپؐ ہیں طغرائے آیاتِ ظہور آقا حضورؐ
آپؐ ہیں لمجائے ساعاتِ نشور آقا حضورؐ

آپؐ کا پیرایہ ہستی جمالِ زندگی
آپؐ ہیں ہر درد میں ذہنوں کا نور آقا حضورؐ

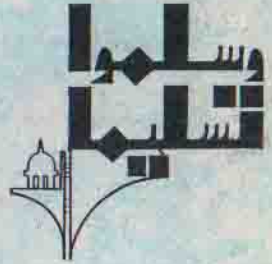
آپؐ کا ذکرِ مبارک آبدئے حرف و صوت
آپؐ سے رعنائیِ فنِ فکر و شعور آقا حضورؐ

جس کی سرشاری ابد کی سرحدوں کے جا ملے
درد مندوں کو ملے ایسا حضور آقا حضورؐ

التفاتِ خاص کا ہو لفظ لفظ آئینہ دار
نعت ہو سرچشمہ جذب و سرور آقا حضورؐ



کتابِ زلیت کا عنوان محمدِ عربی
 بہارِ گلشنِ امکانِ محمدِ عربی
 دلیلِ عظمتِ آدم وہ ہادیِ اکرم
 حریمِ قدس کا مہمانِ محمدِ عربی
 سکونِ دیدہ نمناک صاحبِ لولاک
 سبیلِ رحمتِ یزداں محمدِ عربی
 سعادتوں کا امیں، شارحِ کتابِ مبیں
 ہمہ بصیرت و عرفاں محمدِ عربی
 چراغِ راہِ مقامات، فخرِ موجودات
 نشاطِ رُوح کا ساماں محمدِ عربی
 وہ آرزوئے کلیم و دعا کے ابراہیم
 نویدِ لطفِ خداواں محمدِ عربی

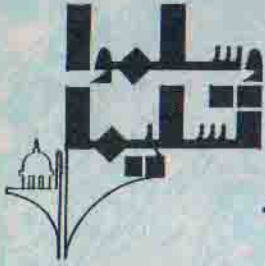


آئے ہیں جب وہ منبر و محراب سامنے
تکئیں کے کھل گئے ہیں کئی باب سامنے

کیوں جگمگا اُٹھے نہ شبِ تارِ زندگی
جب ہو رُخِ رسولِ کاہنتاب سامنے

پایا ہے لطفِ سرورِ عالم کو چارہ ساز
جب ہو نہ کوئی صورتِ اسباب سامنے

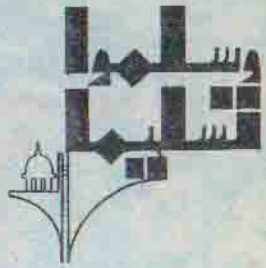
سوئے حجازِ قافلہ شوق ہے رواں
دریائے اضطراب ہے پایاب سامنے



اس زور سے دھڑکنا یہاں پر روا نہیں
ان کا حرم ہے اے دل بے تاب سامنے

کس شان سے حضور ہیں مسجد میں جلوہ ریز
کتنے ادب سے بیٹھے ہیں اصحاب سامنے

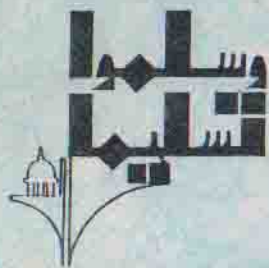
تائبِ فضائے شہرِ نبیؐ ہے خیال میں
یا حسد کا ہے منظرِ شاداب سامنے



جتنی الجھنیں ہیں ، جتنی کلفتیں ہیں
 میرے بخت کی جتنی خرابیاں ہیں
 آقا آپ کی ایک نگاہ تک ہیں
 پھر شادابیاں ہی شادابیاں ہیں

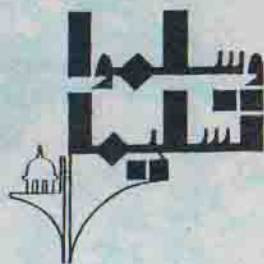
مٹ کے طیس جو آپ کے راتے سے
 جو نصیب ہوں آپ کے واسطے سے
 سرنہ ازیاں وہ سرنہ ازیاں ہیں
 کامیابیاں وہ کامیابیاں ہیں

لمحہ لمحہ اک آپ کی دید چاہوں
 لحظہ لحظہ بس آنکھ کی عید چاہوں
 کتنے مزے کی مری بے چینیاں ہیں
 کتنی قیمتی مری بے خوابیاں ہیں



لطف آپ کا شامل حال پایا
 کرب ہجر میں کیفِ وصال پایا
 گویا دھڑکنیں چاپ سرکار کی ہیں
 خوشبو آپ کی ہی بے تابیاں ہیں

تائب آپ کا ہو کے فقیر آؤں
 حرص و آرزو کا کیوں ہو اسیر آؤں
 ساری نعمتیں قدموں میں آپ کے ہیں
 دستِ پاک میں خلد کی چابیاں ہیں

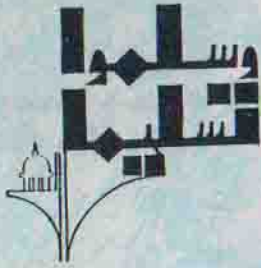


اعزاز یہ سرکار کی سیرت کے لیے ہے
ہر دور میں انساں کی ہدایت کے لیے ہے

دین اُس کا ہے دستور، کتاب اُس کی ہے نشور
وہ نور سلاحِ بشریت کے لیے ہے

اقصیٰ کی امامت ہو کہ تکمیلِ نبوت
ہر شانِ ازل سے سرِ حضرت کے لیے ہے

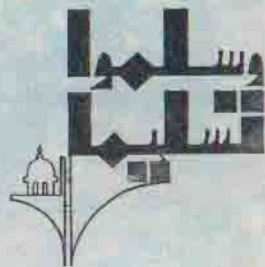
ہے پیشِ نظر اسوۂ پیغمبرِ آخسر
ساماں یہ بہم فکر کی رفعت کے لیے ہے



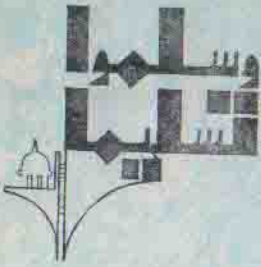
کیوں ہوں قیامت سے ہراساں ہو مراد دل
وہ شاہِ امم جب کہ شفاعت کے لیے ہے

آنکھوں میں جھکتا ہے تصورِ شہِ دین کا
دل پھر مرابے تاب زیارت کے لیے ہے

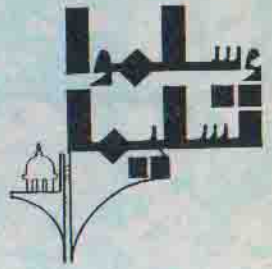
ہر شعر میں پیسہ راہِ تسلیم ہے تائب
جو کچھ بھی ہے وہ مرسلِ رحمت کے لیے ہے



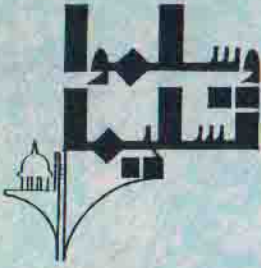
آمادہ شریچہ ہیں ستم گمرے آقاؑ
 اُمت کی خیر لے مرے سرور، مرے آقاؑ
 افغانیوں پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہے
 خونریز ہیں کسار کے منظر مرے آقاؑ
 مسموم و شرابار ہیں کابل کی فضائیں
 مغموم ہیں شمشاد و صنوبر مرے آقاؑ
 ہے سطوتِ محمودؑ مسلمان سے گلہ مند
 غزنی کا ہر اک ذرہ ہے مضطرب مرے آقاؑ
 پھر بھیک ہمیں قوتِ حیدرؑ کی عطا ہو
 اک حشر بپا ہے پس خیر مرے آقاؑ
 فریاد کنناں ہیں در و دیوارِ سلطانین
 ہیں نوحہ بلب مسجد و منبر مرے آقاؑ



نبیوں کی زمیں منتظرِ حرفِ اذالہ ہے
 پہنچے کوئی اسلام کا لشکر مرے آقاؐ
 سازش سے بیود اور نصاریٰ کی جہاں میں
 توحید کے فرزند ہیں بے گھر مرے آقاؐ
 صیہونیتِ افرنک کے بل پہ ہے تو منہ
 غازی ترے دم سے ہیں تو گھر مرے آقاؐ
 ہر دور پر آشوب میں اک تیری دُعا نے
 بدلا ہے مسلمان کا مقدر مرے آقاؐ
 توفیقِ جہادِ امتِ آخر کو بھی مل جائے
 طاغوتِ صفت آ رہے جو کھل کر مرے آقاؐ
 پھر غلبہٴ اسلام ہو آفاق میں ہر سو
 تائب کو یہ حسرت ہے برابر مرے آقاؐ



لکھتا ہے تراطہ زعمل، احمد مرسل
 اے سرورِ دین، نورِ انزل، احمد مرسل
 شاہد تری دعوت کی ہیں صحرا شہِ والا
 پر تو تری ہمت کے جبل، احمد مرسل
 کھائی ہے قسمِ مگر مبارک کی خدانے
 صدیوں پہ ہیں بھاری ترے پل احمد مرسل
 پایا ترے افکار سے اربابِ خرف نے
 ہر مسئلہ زینت کا حل احمد مرسل
 بس تیری رسالت سے براہِ ایم کی ملت
 دنیا میں ہوئی تھیہ مل، احمد مرسل
 ہر فیصلہ وقت ہے پابندِ تغیر
 ہیں تیرے نوامیس اٹل احمد مرسل



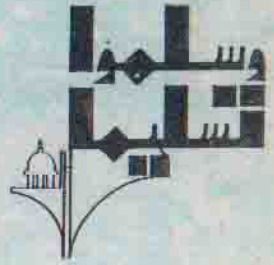
رُوح کی تسکین ہے ذکرِ احمدِ مختار میں
شانِ رحمتِ جلوہ گر ہے آپ کے آثار میں

اس مہِ کامل کے جلووں سے منور عرشِ و فرش
اس گلِ رعنا کی خوشبو قریہ و بازار میں

آپ مھے در سے ملا انسان کو ذوقِ آگئی
ہر غمِ دل کا ہے درماں آپ کی سرکار میں

اُن کا ثانی کوئی پیدا ہو نہیں سکتا کبھی
صدق میں، اخلاص میں، گفتار میں، کردار میں

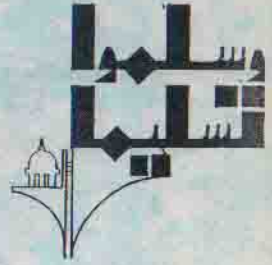
تائب اندازِ کرم پر جان و دل سے ہونثار
باریابی ہو جو دربارِ شہِ ابرار میں



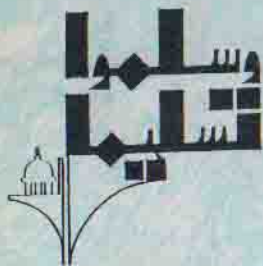
اعتبارِ نطق ہے گفتارِ خیرِ الانبیاء
 نو بہارِ خلق ہے کردارِ خیرِ الانبیاء
 حُسن بن کر زیست کے آفاق پر لہرائے گئے
 صورتِ توہین قزح افکارِ خیرِ الانبیاء
 مشعلِ راہِ ہدایت آپ کی شرحِ متین
 ہیں دو عالم کو محیط انوارِ خیرِ الانبیاء
 رنگِ دیوئے دہر پامال خزاں ہو جائیگا
 کم نہ ہوگی تڑپت گلزارِ خیرِ الانبیاء
 سر جھکاتے ہیں فقیر و تاجدار اکریباں
 اللہ اللہ شوکتِ دربارِ خیرِ الانبیاء
 کیوں نہ تائب آبروئے مصطفیٰ پر جان میں
 موت پر ٹھہرا ہے جب دیدارِ خیرِ الانبیاء



دنیا کے مسئلے ہوں کر عقبیٰ کے مرحلے
 سرکار کے سپرد ہیں سارے معاملے
 وہ سیدِ انام کی نوریں حیات ہے
 جس نے ہر ایک دل کو دیئے تازہ ولولے
 اس پر نہ کیوں نثار کروں سب مستہیں
 جس نام کے طفیل مری ہر بلا ٹلے
 جوشِ طرب سے غنچہ امید کھل اٹھے
 جب اُس کے التفات کی بادِ صبا چلے
 شہرِ حضور ہر کس و ناکس کے واسطے
 جائے اماں ہے چرخِ ستم کار کے تلے
 پروانہ دار جس پہ فدا کائنات ہے
 یارب! وہ شمعِ طاقِ حرم تا ابد جلے



کیوں نہ عالم ہو در یوزہ گر آپ کا
 ہے لقب جب کہ خیر البشر آپ کا
 شام کے منظروں کو تلاش آپ کی
 اذن چاہے طلوعِ سحر آپ کا
 نیند سے چونکتا کیوں نہیں کارواں
 نغمہ زن رات دن ہے گجر آپ کا
 میری نظروں میں سرچشمہ زلیست،
 شہرِ طیبہ کہ ہے مستقر آپ کا
 اتنی مہلت تو دے مجھ کو دستِ اجل
 ایک بار اور دیکھوں نگر آپ کا
 بھولیے گا نہ تائب کو روزِ جزا
 نام لیتا رہا عمر بھر آپ کا



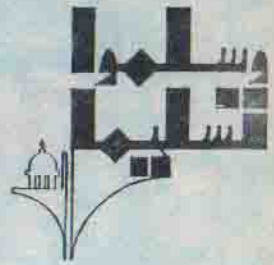
خلق دیتی ہے دہائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ
کرب سے اب ہر دہائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ

دہریں پھر دورِ عدل و خیر کا آغاز ہو
آج کہتی ہے خدائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ

اور کس کے در پہ جائیں تجھ سے جب البتہ ہے
دین و دنیا کی بھلائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ

گردشِ ایام کے ہاتھوں صدا دینے لگے
اب تو زخمِ نارسانی مصطفیٰ یا مصطفیٰ

جان بہارِ قرب دیکھے سیدی یا سیدی
ہے کھٹن دشتِ جدائی مصطفیٰ یا مصطفیٰ



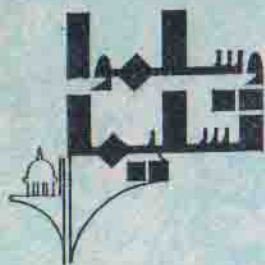
نورنگاہِ خُلقِ ہو، رنگِ رُخِ حیاتِ ہو
زینتِ عرشِ و فرشِ ہو، رونقِ ششِ جہا ہو

عدل کی صبحِ زرنگار، خیر کا باغِ پربار
علم کا شہرِ بے کنار، حُسن کی کائناتِ ہو

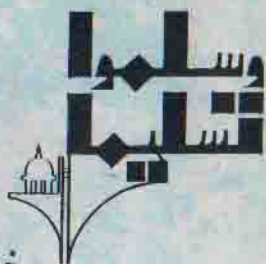
شاہِ گلیمِ پوشِ بھی، رہبرِ عقل و ہوشِ بھی
مرسلِ حقِ نبوتِ بھی، منظرِ نورِ ذاتِ ہو

قائدِ مرسلینِ تمھی، ہادیِ آئینِ تمھی
رحمتِ عالمینِ تمھی، مصدرِ التفاتِ ہو

اب تو سنو آئیں جاں! نا لہ شبِ گزیدگان
صبح کا نور ہو عیاں ظلمتِ شبِ کوماتِ ہو



اے شاہِ دین! نجات کا عنوان ہے تیری یاد
 نور حیات و مایۂ ایساں ہے تیری یاد
 روشن ہے جس کی ضو سے جہانِ دل و نظر
 وہ شمع تابناک و فروزاں ہے تیری یاد
 ہر سینۂ فکر کی تسکین ترا خیال
 ہر جانِ دردمند کا درماں ہے تیری یاد
 ہر حال میں نویدِ مسرت ہے تیرا نام
 ہر فصل میں بہارِ بداماں ہے تیری یاد
 تائب کی لے میں سوزِ نوائے حجاز ہے
 سرمایۂ نشاطِ فراداں ہے تیری یاد



خوش ہوں کہ میری خاک ہی احمد نگر کی ہے
مجھ پر نظر ازل سے شہر بھر و بر کی ہے

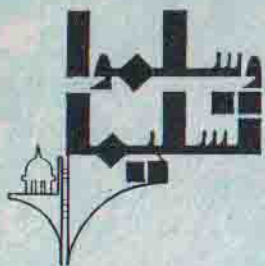
تابش مری نظر میں ہے اُس رہ گزار کی
جس پر نثار جلولہ فشانہ قمر کی ہے

لب پر ہے بات حُشِقِ رَسُوْلِ کریم کی
آمدِ ریاضِ جاں میں نسیم سحر کی ہے

شاید کیا ہے یاد مجھے پھر حضورؐ نے
پھر کیفیتِ عجیب مری چشمِ ترک کی ہے

یادِ نبویؐ ہو منزلِ عقلمی میں ساتھ ساتھ
میری بس ایک یافت ہی عمر بھر کی ہے

لہ احمد نگر (ضلع گوجرانوالہ) [شاعر کے آبائی گاؤں کا نام]

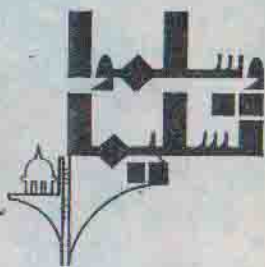


منور ہو گیا عالم کا سینہ
خوش آباہی ناہِ مدینہ

ہی ہے تازگی قلبِ تپاں کو
بڑے کام آئی ہے آہِ شبینہ

مری نظروں میں ہے وہ رُوحِ کونین
لُٹایا جس نے معنی کا خزینہ

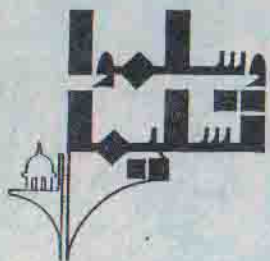
نویدِ مغفرت جس کی اطاعت
شریعت جس کی باہِ حق کا زینہ



سجھایا جس نے غمخواری کا انداز
 دکھایا جس نے جینے کا قرینہ

جلا دم توڑتی قدروں کو بخشی
 بنایا جس نے شرب کو مدینہ

نکالا جس نے گردابِ بلا سے
 پریشاں آدمیت کا سفینہ



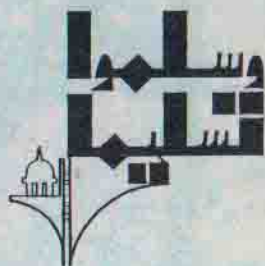
کس نے پایا ہے جہاں کی رہنمائی کا شرف
کس کو بخشا ہے خدا نے مصطفائی کا شرف

ہستی ختمِ رسل ہے زیب دیتا ہے جسے
گشتی انسانیت کی ناحہدائی کا شرف

آپ کی ذاتِ گرامی کے سوا کس کو ملا
سرورِ دین کا لقب، خیر الوریٰ کا شرف

پیشوائے انبیاء ہیں، صاحبِ اسرار بھی ہیں
لا مکان تک آپ کو حاصل رسائی کا شرف

اپنی خوش بختی پہ تائب کیوں نہ مجھ کو ناز ہو
کم نہیں سرکار کی مدحتِ سرائی کا شرف



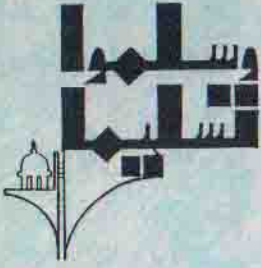
دلِ محزون میں یادِ مصطفیٰ ہے
اندھیرے میں چراغِ اکِ جل رہا ہے

ملا ہے مرسلِ رحمت کا داماں
غمِ دوراں سے اب کیا واسطاً ہے

سینے کو نہیں کچھ خوفِ طوفاں
پناہِ سرورِ دین میں چلا ہے

ہیں اس کے نام کی نسبت پہ نازاں
جو ساری اُمتوں کا رہنما ہے

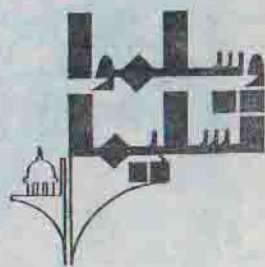
جو اسرارِ الہی کا ہے محرم
وہی جو تاجدارِ نبی ہے



ازل سے جس کی عظمت ہے مسلم
ابد تک کے لیے جو پیشوا ہے

تصرف میں ہے جس کے ذہن عالم
جو قلب و روح کا فرما تروا ہے

کیا ہے نعت میں دیوان تائب
مری بخشش کا سماں ہو گیا ہے



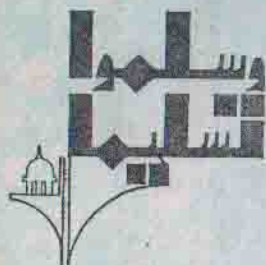
شرحِ غم ہے اشکِ غوئیں اے شہنشاہِ مدینہ!
اک نگاہِ مہر آگیں اے شہنشاہِ مدینہ!

تُو دو اے قلبِ نمکیں، تُو ضیاءِ چشمِ حق ہیں
تُو ہی طہ، تُو ہی لیس اے شہنشاہِ مدینہ!

تجھ سے صبحِ زلیست رنگیں، تجھ سے باغِ دہرِ مشکیں
تجھ سے زہرِ غم بھی شیریں اے شہنشاہِ مدینہ!

منزلِ حق، مرکزِ دین، تیرا اُسوہ، تیرا آئین
دور تیرا دورِ زردیں اے شہنشاہِ مدینہ!

فکر تیرا جانِ تمکیں، ذکر تیرا روحِ تمکیں
تُو دلِ تائبِ کس کیس اے شہنشاہِ مدینہ!

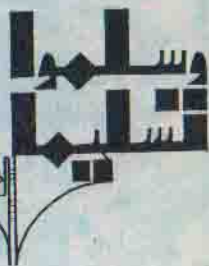


محبوبِ کردگار ہیں آقائے نامدار
نبیوں کے تاجدار ہیں آقائے نامدار

زیرِ نگیں ہے جن کے ہر اقلیمِ جانِ دل
صرف ایک شہریار ہیں آقائے نامدار

رحمت میں سبیلِ رواں ہیں مرے حضورؐ
ہمت میں کوہسار ہیں آقائے نامدار

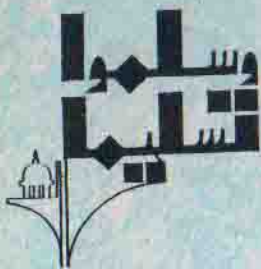
وسعت کو جس کی پانہ سکا کوئی آج تک
وہ بھر بے کنار ہیں آقائے نامدار



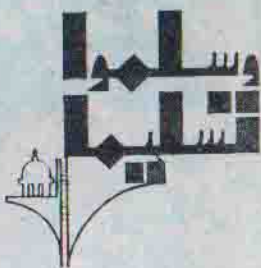
آلام روزگار کا مجھ کو نہیں ہے ڈر
میرے نگاہ دار ہیں آقائے نامدار

ہر آنکھ کا ہیں نور وہ ہر جان کا سرور
ہر قلب کا قرار ہیں آقائے نامدار

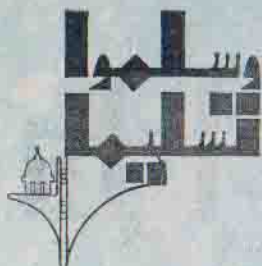
تائب سے عاصیوں کی شفاعت کے واسطے
آقائے نامدار ہیں آقائے نامدار



دنیا کے دل ہے زبرد زبرد سید البشر
 ہم بیکسوں کی لیجے خبر سید البشر
 مہر عروج اب تو دکھائے ہمیں جھلک
 شام زوال کی ہو سحر سید البشر
 آخر پتیں گے زہرِ غم زیت تا بہ کے
 تیرے کرم کے دست نگر سید البشر
 کب تک رہے گی ملت بیضار میں مایں
 اے چارہ ساز درد بشر سید البشر
 لکھیں گے کب فضاؤں میں نغمے بہار کے
 مہکیں گے کب دلوں کے نگر سید البشر
 کب ہوگا شعرِ آتب عاجز اثر پذیر
 کب لائے گا ثمر یہ شجر سید البشر



ادراک سے پرے ہے مقامِ شہِ عرب
 عالم ہے زیرِ سایہِ بامِ شہِ عرب
 انسان کو جس کی ضو سے ملی منزلِ مراد
 وہ شمعِ عافیت ہے نظامِ شہِ عرب
 تسکینِ جانِ مضطرب اس کی نوایں ہے
 پیغامِ عافیت ہے پیامِ شہِ عرب
 اندازِ دل نشیں ہے رسولِ کریم کا
 رحمت کا ترجمان ہے کلامِ شہِ عرب
 ہٹ جائیں گے نقوشِ سبھی لوحِ دہر سے
 لیکن رہے گا ثبت دوامِ شہِ عرب
 تائبِ زروگہر کی نہیں مجھ کو آرزو
 کافی ہے میرے واسطے نامِ شہِ عرب

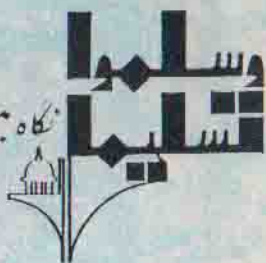


دیارِ محبوب کے مسافر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا
جو دیکھنا دکھنا مناظر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

قبا میں جب ہوں ادا نوافل سکون پائیں جو دیدہ و دل
جو کیف میں روح بھی ہو ذاکر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

جو بالمقابل ہو باغِ سلمان، نوازشِ مصطفیٰ کا عنوان
شگفتہ جب ہو ریاضِ خاطر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

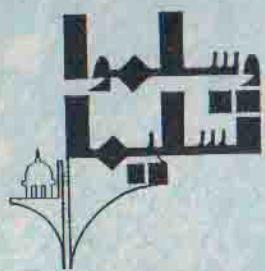
مے جو رحمت کا عید نامہ، جو پاس ہو مسجدِ نعامہ
جو دل ہو طیب، جو جلال ہو طاہر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا



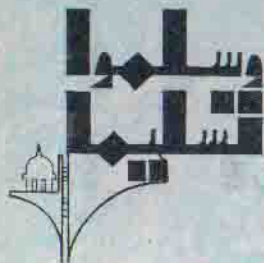
نگاہ میں جب ہو سبز گنبد، لبوں پہ صلّ علیٰ محمد
جو سامنے ہوں حرم کے طائر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

سحابِ جذبات جب ہو اُٹا، جو وقتِ بخلص رحمتوں کا
جو اُن کی شانِ کرم ہو ظاہر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا

غمِ جدائی میں چور ہو کر، مواجہہ سیدالوریٰ پر
جو پیش کرنا سلامِ آخر ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا



قرب و حضور

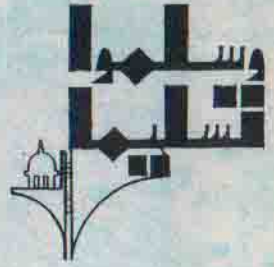


سرچشمہ عطا درخیز الواری کی خیر
گنبد سے جان و دل میں اترتی ضیاء کی خیر

ہر بابِ مسجدِ نبوی ہے درِ مراد
ہر زاویے سے اس حرمِ دلکش کی خیر

وابتہ ہے اسی سے نشاطِ دل و نظر
مقصورہ و مواجہ کی نوریں فنا کی خیر

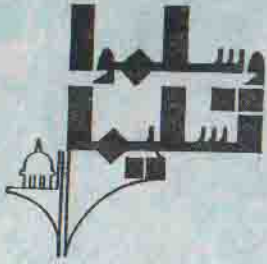
ہو منبرِ رسول سے بیتِ حضور تک
ہر یادگارِ خواجہ ارض و سما کی خیر



جاں کا حنہ بہ رشکِ حدیقہ بنا دیا
اے شہرِ مصطفیٰ تری آب و ہوا کی خیر

طیبہ کے پاس بان احمد کے لیے سلام
تقویٰ پہ استوار حریمِ قبہ کی خیر

لوں سانسِ آخری قدیمِ رسول میں
اور مانگتا رہوں درِ خیر النساء کی خیر



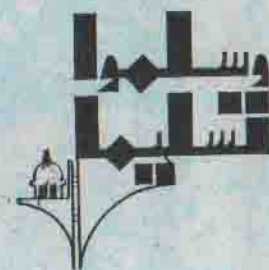
مدینے کی جنت مرے سامنے ہے
جہاں رسالت مرے سامنے ہے

ہٹے درمیاں سے زمانوں کے پردے
وہ دورِ سعادت مرے سامنے ہے

احد کے قوی ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں
کہ آغوشِ رحمت مرے سامنے ہے

کس گنبدِ سبز پر ہے فروزاں
مرا نجمِ قسمت مرے سامنے ہے

مواجہ پہ سر کو جھکائے کھڑا ہوں
ہر امکانِ رفعت مرے سامنے ہے

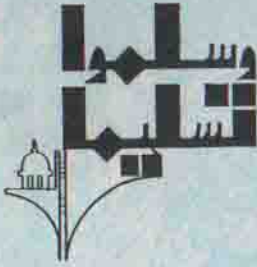


قُب میں نوافل ادا کر رہا ہوں
زالی بشارت مرے سامنے ہے

عمل میں بھی عکس آپ کے چاہتا ہوں
نتی اک مسافت مرے سامنے ہے

حرم سے نئے دولے لا رہا ہوں
طریق اطاعت مرے سامنے ہے

کھڑا بابِ کعبہ پہ ہوں اور تائب
پیئبر کی صورت مرے سامنے ہے



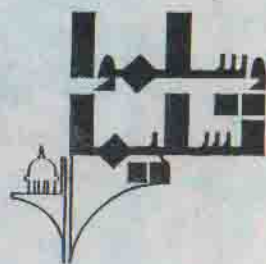
حاضر ہے در دولت پہ گدا سرکار توجہ فرمائیں
محتاج نظر ہے حال مرا سرکار توجہ فرمائیں

میں کر کے ستم اپنی جاں پر جلاء و لکب حق سے کُن کر
آیا ہوں بہت شرمندہ سا سرکار توجہ فرمائیں

میں کب آنے کے قابل تھا، رحمت نئے یہاں تک پہنچایا
سرکار پہ تن من جان فدا سرکار توجہ فرمائیں

آنسو آنسو ہے فریادی اور عرضِ کرم بچکی بچکی
دھڑکن دھڑکن دیتی ہے صدا سرکار توجہ فرمائیں

خلقت
اک میں ہی نہیں پوری امت ساری دنیا، ساری
تکنتی ہے رستہ رحمت کا سرکار توجہ فرمائیں



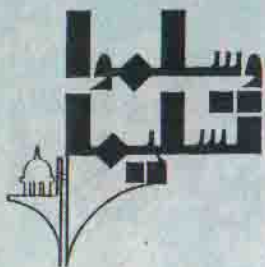
سامنے ہیں سید ابرار اللہ الصمد
بے نوا ہے حاضر دربار اللہ الصمد

اک خط کیش اور شفاعت کی نوبت جانفزا
اک فقیر اور دولت دیدار اللہ الصمد

چشم ویراں میں بہارِ روضۂ خیر الانام
تشنہ جاں پر یارش انوار اللہ الصمد

دم بخود ہوں میں سنہری جالیوں کے روبرو
چپ بھی ہے پیرایہ اظہار اللہ الصمد

درگرہ کار میں تائب ہے مشغول ثنا
یہ عروجِ طالع بیدار اللہ الصمد

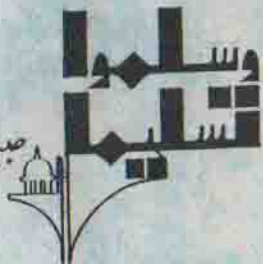


دلوں کا شوق، رُوحوں کا تقاضا گنبدِ خضرا
زمانے کی لگا ہوں کا اُجالا گنبدِ خضرا

گلستانِ جہاں میں زندگی پرور بہار اس کی
سر آفاق لہراتا سویرا گنبدِ خضرا

جو رنگ و بو کی دنیا سر زمینِ شہرِ طیبہ ہے
تو خلدِ چشم و فردوسِ تمنا گنبدِ خضرا

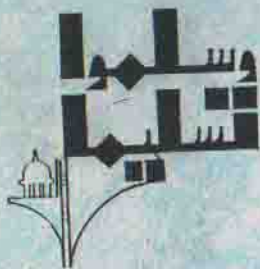
فلاح و کامرانی کی بشارت اہلِ ایماں کو
گنہگاروں کو رحمت کا اشارا گنبدِ خضرا



جذیبہ کبریٰ سائے میں اس کے محو راحت ہیں
دو عالم میں اسی باعث ہے کیا گنبدِ خضرا

شفائے خاطرِ امت، ہوائے کوچہ حضرت
نگاہوں کی اداسی کا مداوا گنبدِ خضرا

خدا کا شکر تائب کی نگاہوں نے بھی دیکھا ہے
وہ ہر سینے کے اندر بسنے والا گنبدِ خضرا



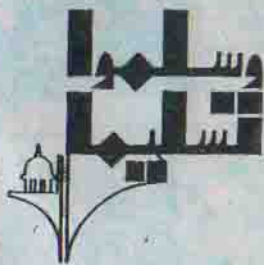
حفیظ تائب کے لیے

— عبد العزیز خاں

دنیا بھی ہے دیں حفیظ تائب کے لیے
 اس شاعرِ شعرِ چست و صائب کے لیے
 محبوبِ خدا کی مدح سے بڑھ کے نہیں
 اعزاز کوئی خدا کے تائب کے لیے

ہے نعتِ نبیؐ حفیظ تائب کی شناخت
 بے ساختہ جس کے بیتِ ابیات کی ساخت
 قدرت نے عطا اس کو کیا جو ملکہ
 کی اس نے جگر کے خوں سے اس کی پرداخت

لحن اس کا ہو کیوں نہ حاملِ سوز و گداز
 نسدن جو کرے سروش سے راز و نیاز
 ہو جس کے لب و لہجہ میں شامل وہ سرود
 جس پر کہ زبانِ عشق و مستی کو بھی ناز



اس کو فقط اک شاعرِ خوش گو نہ کہو
 اے اہلِ سخن رنگِ سخن تو دیکھو
 ہے باعثِ افتخارِ ملک اس کا وجود
 دے سکتے ہو جتنی بھی اسے عزت دو

کرتا رہے یونہی حقِ گفتار ادا
 یونہی پھیلاتا رہے خوشبوئے ثنا
 دے اس کو خداوندِ خدا عمر دراز
 اک دوست کی دوست کے لیے ہے یہ دعا

